حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی دلیل

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ. بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًاo وَبِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَاقَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًاo (نساء:155-158)

''ان کو جو سزا ملی سو ان کی عہد شکنی پر اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کر دی ان کے دل پر کفر کے سبب سو ایمان نہیں لاتے مگر کم۔ اور ان کے کفر پر اور مریم پر بڑا طوفان باندھنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا۔ اور انھوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کچھ نہیں ان کو اس کی خبر صرف اٹکل پر چل رہے ہیں اور اس کو قتل نہیں کیا بے شک بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا۔'' (ترجمہ شیخ الہند)

فائدہ:

اللہ تعالیٰ ان کے قول کی تکذیب فرماتا ہے کہ یہودیوں نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا یہود جو مختلف باتیں اس بارہ میں کہتے ہیں اپنی اپنی اٹکل سے کہتے ہیں اللہ نے ان کو شبہ میں ڈال دیا۔ خبر کسی کو بھی نہیں، واقعی بات یہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے اور اس کے ہر کام میں حکمت ہے قصہ یہ ہوا کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کا عزم کیا تو پہلے ایک آدمی ان کے گھر میں داخل ہوا حق تعالیٰ نے ان کو تو آسمان پر اٹھا لیا اور اس شخص کی صورت حضرت مسیح علیہ السلام کی صورت کے مشابہ کر دی جب باقی لوگ گھر میں گھسے تو اس کو مسیح سمجھ کر قتل کر دیا پھر خیال آیا تو کہنے لگے کہ اس کا چہرہ تو مسیح کے چہرہ کے مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے ساتھی کا معلوم ہوتا ہے کسی نے کہا کہ یہ مقتول مسیح ہے تو وہ آدمی کہاں گیا اور ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے اب صرف اٹکل سے کسی نے کچھ کہا کسی نے کچھ کہا علم کسی کو بھی نہیں حق یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ ہرگز مقتول نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر اللہ نے اٹھا لیا اور یہود کو شبہ میں ڈال دیا۔ (تفسیر عثمانی)

(ربط) حق جل شانہ نے ان آیات شریفہ میں یہود بے بہبود کے ملعون اور مغضوب اور مطرود و مردود ہونے کے کچھ وجوہ و اسباب ذکر کیے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ پس ہم نے یہود کو متعدد وجوہ کی بنا پر مورد لعنت و غضب بنایا۔

1...... نقض عہد کی وجہ سے

2...... اور آیاتِ الٰہی کی تکذیب اور انکار کی وجہ سے۔

3...... اور خدا کے پیغمبروں کو بے وجہ محض عناد اور دشمنی کی بنا پر قتل کرنے کی وجہ سے

4...... اور اس قسم کے متکبرانہ کلمات کی وجہ سے کہ مثلاً ہمارے قلوب علم اور حکمت کے ظرف ہیں ہمیں تمہاری ہدایت اور ارشاد کی ضرورت نہیں۔ ان کے قلوب علم اور حکمت اور رشد و ہدایت سے اس لیے بالکل خالی ہیں کہ اللہ نے ان کے عناد اور تکبر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے جس کی وجہ سے قلوب میں جہالت اور ضلالت بند ہے اوپر سے مہر لگی ہوئی ہے اندر کا کفر باہر نہیں آسکتا اور باہر سے کوئی رشد اور ہدایت کا اثر اندر نہیں داخل ہو سکتا۔ (پس اس گروہ میں سے کوئی ایمان لانے والا نہیں مگر کوئی شاذ و نادر جیسے عبداللہ رضی اللہ عنہ بن سلام اور ان کے رفقاء)

5...... اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کفر و عداوت کی وجہ سے۔

6...... اور حضرت مریم علیہا السلام پر عظیم بہتان لگانے کی وجہ سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اہانت اور تکذیب کو بھی مستلزم ہے۔ اہانت تو اس لیے کہ کسی کی والدہ کو زانیہ اور بدکار کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ شخص ولد الزنا ہے اور العیاذ باللہ نبی کے حق میں ایسا تصور بھی بدترین کفر ہے اور تکذیب اس طرح لازم آتی ہے کہ عیسیٰ علیہ

السلام کے معجزہ سے حضرت مریم علیہا السلام کی برأت اور نزاہت ثابت ہو چکی ہے اور تہمت لگانا برأت اور نزاہت کا صاف انکار کرنا ہے۔

7......اور ان کے اس قول کی وجہ سے کہ جو بطور تفاخر کہتے تھے کہ ہم نے مسیح بن مریم جو رسول اللہ ہونے کے مدعی تھے ان کو قتل کر ڈالا۔ نبی کا قتل کرنا بھی کفر ہے بلکہ ارادۂ قتل بھی کفر ہے اور پھر اس قتل پر فخر کرنا یہ اس سے بڑھ کر کفر ہے اور حالانکہ ان کا یہ قول کہ ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کر ڈالا بالکل غلط ہے ان لوگوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا اور جو لوگ حضرت مسیح کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ سب شک اور تردد میں پڑے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کسی قسم کا کوئی صحیح علم اور صحیح معرفت نہیں سوائے گمان کی پیروی کے کچھ بھی نہیں۔ خوب سمجھ لیں کہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ حضرت مسیح کو کسی نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھا لیا اور ایک اور شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شبیہ اور ہم شکل بنا دیا اور حضرت عیسیٰ سمجھ کر اسی کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھایا اور اسی وجہ سے یہود کو اشتباہ ہوا اور پھر اس اشتباہ کی وجہ سے اختلاف ہوا اور یہ سب اللہ کی قدرت اور حکمت سے کوئی بعید نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑے غالب اور حکمت والے ہیں کہ اپنی قدرت اور حکمت سے نبی کو دشمنوں سے بچا لیا اور زندہ آسمان پر اٹھایا اور ان کی جگہ ایک شخص کو ان کے ہم شکل بنا کر قتل کرایا اور تمام قاتلین کو قیامت تک اشتباہ اور اختلاف میں ڈال دیا۔

یہ آیات شریفہ حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع جسمی میں نص صریح ہیں۔

1......ان آیات میں یہود بے بہبود پر لعنت کے اسباب کو ذکر فرمایا ہے۔ ان میں ایک سبب یہ ہے وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا یعنی حضرت مریم علیہا السلام پر طوفان اور بہتان لگانا۔ اس طوفان اور بہتان عظیم میں مرزا صاحب کا قدم یہود سے کہیں آگے ہے۔ مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں حضرت مریم علیہا السلام پر جو بہتان کا طوفان برپا کیا ہے یہود کی کتابوں میں اس کا چالیسواں حصہ بھی نہ ملے گا۔

2......آیات کا سیاق و سباق بلکہ سارا قرآن روز روشن کی طرح اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ یہود بے بہبود کی ملعونیت اور مغضوبیت کا اصل سبب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عداوت اور دشمنی ہے۔ مرزا صاحب اور مرزائی جماعت کی زبان اور قلم سے حضرت مسیح علیہ السلام کے بغض اور عداوت کا جو منظر دنیا نے دیکھا ہے وہ یہود کے وہم و گمان سے بالا اور برتر ہے۔ مرزا صاحب کے لفظ لفظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی ٹپکتی ہے۔ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِىْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ط (العمران 118) انتہائی بغض اور عداوت خود بخود ان کے منہ سے ظاہر ہو رہی ہے اور جو عداوت ان کے سینوں میں مخفی اور پوشیدہ ہے وہ تمہارے خواب و خیال سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

مرزا صاحب نے نصاریٰ کے الزام کے بہانہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں اپنے دل کی عداوت دل کھول کر نکالی جس کے تصور سے بھی کلیجہ شق ہوتا ہے۔

3......پہلی آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ فرمایا۔ یعنی انبیاء کو قتل کرنے کی وجہ سے ملعون اور مغضوب ہوئے اور اس آیت میں وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ فرمایا یعنی اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ محض قول ہی قول ہے اور قتل کا محض زبانی دعویٰ ہے۔ اگر دیگر انبیاء کی طرح حضرت مسیح واقع میں مقتول ہوئے تھے تو جس طرح پہلی آیت میں وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَاءِ فرمایا تھا اسی طرح اس آیت میں وقتلهم و صلبهم المسيح عيسى بن مريم رسول الله فرماتے۔ پہلی آیت میں لعنت کا سبب قتل انبیاء ذکر فرمایا اور دوسری آیت میں لعنت کا یہ سبب ان کا ایک قول بتلایا۔ یعنی ان کا یہ کہنا کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر ڈالا۔ معلوم ہوا کہ جو شخص یہ کہے کہ مسیح بن مریم مقتول اور مصلوب ہوئے وہ شخص بلاشبہ ملعون اور مغضوب ہے۔ نیز اس آیت میں حضرت مسیح کے دعویٰ قتل کو بیان کر کے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ فرمایا اور انبیاء سابقین کے قتل کو بیان کر کے بل رفعهم الله نہیں فرمایا۔ حالانکہ قتل کے بعد ان کی ارواح طیبہ آسمان پر اٹھائی گئیں۔ ثابت ہوا کہ مسیح کے رفع جسمانی کا بیان ہے نہ کہ رفع روح کا۔

4......اس مقام پر حق جل شانہ نے دو لفظ استعمال فرمائے۔ ایک مَاقَتَلُوْهُ جس میں قتل کی نفی فرمائی۔ دوسرا وَمَاصَلَبُوْهُ جس میں صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی فرمائی اس لیے کہ اگر فقط وَمَاقَتَلُوْهُ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے قتل نہ کیے گئے ہوں لیکن صلیب پر چڑھائے گئے ہوں اور علیٰ ہذا اگر فقط وَمَاصَلَبُوْهُ فرماتے تو یہ احتمال رہ جاتا کہ ممکن ہے صلیب تو نہ دیے گئے ہوں لیکن قتل کر دیے گئے ہوں۔ علاوہ ازیں بعض مرتبہ یہود ایسا بھی کرتے تھے کہ اوّل قتل کرتے اور پھر صلیب پر چڑھاتے۔ اس لیے حق تعالیٰ شانہ نے قتل اور صلیب کو علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ایک حرف نفی پر اکتفانہ فرمایا یعنی وَمَاقَتَلُوْهُ وَصَلَبُوْهُ نہیں فرمایا ہے بلکہ حرف نفی یعنی کلمہ ما کو قتلوا اور صلبوا کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ذکر فرمایا اور پھر ماقتلوہ اور پھر ماصلبوہ فرمایا تاکہ ہر ایک کی نفی اور ہر ایک کا جداگانہ مستقلاً رد ہو جائے اور خوب واضح ہو جائے کہ ہلاکت کی کوئی صورت ہی پیش نہیں آئی نہ مقتول ہوئے اور نہ مصلوب ہوئے اور نہ قتل کر کے صلیب پر لٹکائے گئے۔ دشمنوں نے ایڑی چوٹی کا سارا زور ختم کر دیا مگر سب

بے کار گیا۔ قادر وتوانا جس کو بچانا چاہے اسے کون ہلاک کر سکتا ہے؟



احمدی اشکال

مرزائی جماعت کا یہ خیال ہے کہ اس آیت میں مطلق قتل اور صلب کی نفی مراد نہیں بلکہ ذلت اور لعنت کی موت کی نفی مراد ہے۔

جواب

یہ ہے کہ یہ محض وسوسہ شیطانی ہے جس پر کوئی دلیل نہیں۔ جیسے ماضربوہ میں ضرب مطلق کی نفی ہے کہ اس پر سرے سے فعل ضرب واقع نہیں ہوا۔ اسی طرح مَاقَتَلُوْهُ اور وَمَاصَلَبُوْهُ میں بھی قتل مطلق اور صلب مطلق کی نفی ہے کہ فعل قتل وصلب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر سرے سے واقع نہیں ہوا۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ یہود کے خیال کی تردید ہے تو تب بھی آیت میں یہود کا، پورا رد ہے۔ اس لیے کہ یہود کا گمان یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام العیاذ باللہ جھوٹے نبی ہیں اور جھوٹا نبی ضرور قتل ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ وہ قتل بھی نہیں کیے گئے اور نہ صلیب پر چڑھائے گئے اس لیے کہ وہ خدا کے سچے نبی تھے۔ علاوہ ازیں اگر یہود کے اس عزم کی رعایت کی جائے تو وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ اور يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ کے یہ معنی ہونے چاہئیں کہ معاذ اللہ وہ انبیاء ذلت اور لعنت کی موت مرے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا. (کہف 5)

''کیا بڑی بات نکلتی ہے ان کے منہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں۔''

5...... وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ یعنی ان کے لیے اشتباہ پیدا کر دیا گیا، شبہ کی ضمیر حضرت مسیح کی طرف راجع کرو اور اس طرح ترجمہ کرو کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ایک شبیہ اور ہم شکل ان کے سامنے کر دیا گیا تاکہ عیسیٰ سمجھ کر اس کو قتل کریں اور ہمیشہ کے لیے اشتباہ اور التباس میں پڑ جائیں۔ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اس طرح ترجمہ فرماتے ہیں ''لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔'' یہ ترجمہ اسی اشتباہ کی تفسیر ہے۔ یعنی اس صورت سے وہ اشتباہ اور التباس میں پڑ گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے رفع الی السماء سے پہلے حواریین کی دعوت فرمائی اور خود اپنے دست مبارک سے ان کے ہاتھ دُھلائے اور بجائے رومال کے اپنے جسم مبارک کے کپڑوں سے ان کے ہاتھ پونچھے۔ یہ روایت تفسیر (ابن کثیر صفحہ 229 جلد 3) پر ہے۔

گویا کہ یہ دعوت رفع الی السماء کا ولیمہ اور رخصتانہ تھا اور احباب واصحاب کی الوداعی دعوت تھی۔ الغرض غسل فرما کر برآمد ہونا اور احباب کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلانا یہ سب آسمان پر جانے کی تیاری تھی۔ جب فارغ ہو گئے تو اپنے ایک عاشق جاں نثار پر اپنی شباہت ڈال کر روح القدس کی معیت میں عروج کے لیے آسمان کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ رفع الی السماء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عروج جسمانی تھی جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل امین کی معیت میں آسمانوں کی معراج کے لیے روانہ ہوئے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معیت میں عروج کے لیے آسمان پر روانہ ہوئے۔

فائدہ:

صحیح مسلم میں نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب دمشق کے منارہ شرقیہ پر اتریں گے تو سر مبارک سے پانی ٹپکتا ہوا ہوگا۔ سبحان اللہ جس وقت آسمان پر تشریف لے گئے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور جس وقت قیامت کے قریب آسمان سے اتریں گے اس وقت بھی سر مبارک سے پانی کے قطرے ٹپکتے ہوئے ہوں گے۔ جس شان سے تشریف لے گئے تھے اسی شان سے تشریف آوری ہوگی اور مرور زمانہ کا ان پر کوئی اثر نہ ہوگا۔

تنبیہ

سلف میں اس کا اختلاف ہے کہ جس شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈالی گئی وہ یہودی تھا یا منافق عیسائی یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مخلص حواری گذشتہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص مومن مخلص تھا۔ اس لیے کہ اسی روایت میں یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جس پر میری شباہت ڈالی جائے گی وہ جنت میں میرا رفیق ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی تفسیر

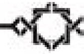
یعنی یہودی حضرت مسیح کو نہ قتل کر سکے اور نہ صلیب دے سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف یعنی آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ امام رازی نے وَاَيَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرت جبرائیل کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ خاص خصوصیت تھی کہ انھیں کے نفخہ

سے پیدا ہوئے، انھیں کی تربیت میں رہے اور وہی ان کو آسمان پر چڑھا کر لے گئے۔ (تفسیر کبیر جلد 1 صفحہ 436) جیسا کہ شب معراج میں حضرت جبرائیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آسمان پر لے گئے۔ (صحیح البخاری جلد 1 صفحہ 471 باب ذکر ادریس علیہ السلام) میں ہے ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء.

یہ آیت رفع جسمی کے بارے میں نص صریح ہے کہ حق جل شانہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ اور صحیح اور سالم آسمان پر اٹھالیا۔ اب ہم اس کے دلائل اور براہین ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ غور سے پڑھیں۔

1...... یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ کی ضمیر اسی طرف راجع ہے کہ جس طرف مَاقَتَلُوْهُ اور مَاصَلَبُوْهُ کی ضمیریں راجع ہیں اور ظاہر ہے کہ مَاقَتَلُوْهُ اور مَاصَلَبُوْهُ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم مبارک اور جسد مطہر کی طرف راجع ہیں۔ روح بلا جسم کی طرف راجع نہیں۔ اس لیے کہ قتل کرنا اور صلیب پر چڑھانا جسم ہی کا ممکن ہے۔ روح کا قتل اور صلیب قطعاً ناممکن ہے۔ لہٰذا بل رفعہ کی ضمیر اسی جسم کی طرف راجع ہوگی جس جسم کی طرف مَاقَتَلُوْهُ اور مَاصَلَبُوْهُ کی ضمیریں راجع ہیں۔

2...... دوم یہ کہ یہود روح کے قتل کے مدعی نہ تھے بلکہ جسم کے قتل کے مدعی تھے اور بل رفعہ اللہ میں اس کی تردید کی گئی لہٰذا بل رفعہ سے جسم ہی مراد ہوگا۔



بل کی بحث

اس لیے کہ کلمہ بل کلام عرب میں ماقبل کے ابطال کے لیے آتا ہے۔ لہٰذا بل کے ماقبل اور مابعد میں منافات اور تضاد کا ہونا ضروری ہے جیسا کہ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ (الانبیاء 26) ولدیت اور عبودیت میں منافات ہے دونوں جمع نہیں ہوسکتے۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ (مؤمنون 70) (ترجمہ (یا کہتے ہیں اس کو سودا ہے کوئی نہیں وہ تو لایا ہے ان کے پاس سچی بات) مجنونیت اور اتیان بالحق (یعنی من جانب اللہ حق کو لے کر آنا) یہ دونوں متضاد اور متنافی ہیں یکجا جمع نہیں ہوسکتے۔ یہ ناممکن ہے کہ شریعت حقہ کا لانے والا مجنون ہو۔ اسی طرح اس آیت میں یہ ضروری ہے کہ مقتولیت اور مصلوبیت جو بل کا ماقبل ہے وہ مرفوعیت الی اللہ کے منافی ہو جو بل کا مابعد ہے اور ان دونوں کا وجود اور تحقق میں جمع ہونا ناممکن ہے اور ظاہر ہے کہ مقتولیت اور روحانی رفع بمعنی موت میں کوئی منافات نہیں محض روح کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا قتل جسمانی کے ساتھ جمع ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ شہدا کا جسم تو قتل ہو جاتا ہے اور روح آسمان پر اٹھالی جاتی ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ بل رفعہ اللہ میں رفع جسمانی مراد ہو کہ جو قتل اور صلب کے منافی ہے اس لیے کہ رفع روحانی اور رفع عزت اور رفعت شان قتل اور صلب کے منافی نہیں بلکہ جس قدر قتل اور صلب ظلماً ہوگا اسی قدر عزت اور رفعت شان میں اضافہ ہوگا اور درجات اور زیادہ بلند ہوں گے۔ رفع درجات کے لیے تو موت اور قتل کچھ بھی شرط نہیں۔ رفع درجات زندہ کو بھی حاصل ہوسکتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ o (النشرح 4) (اور بلند کیا ہم نے مذکور تیرا) اور يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ. (المجادلہ 11) (اللہ بلند کرے گا ان کے لیے جو کہ ایمان رکھتے ہیں تم میں سے اور علم ان کے درجے)

یہود حضرت مسیح علیہ السلام کے جسم کے قتل اور صلب کے مدعی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ابطال کے لیے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ فرمایا۔ یعنی تم غلط کہتے ہو کہ تم نے اس کے جسم کو قتل کیا، یا صلیب پر چڑھایا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جسم کو صحیح و سالم آسمان پر اٹھالیا۔



قتل سے قبل رفع جسمانی

اگر رفع سے رفع روح بمعنی موت مراد ہے تو قتل اور صلب کی نفی سے کیا فائدہ؟ قتل اور صلب سے غرض موت ہی ہوتی ہے اور بل اضرابیہ کے بعد رفعہ کو بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء باعتبار ماقبل کے امر ماضی ہے۔ یعنی تمھارے قتل اور صلب سے پہلے ہی ہم نے ان کو آسمان پر اٹھالیا۔ جیسا کہ بَلْ جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ میں صیغہ ماضی اس لیے لایا گیا کہ یہ بتلا دیا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق کو لے کر آنا کفار کے مجنون کہنے سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔ اسی طرح بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ بصیغہ ماضی لانے میں اس طرف اشارہ ہے کہ رفع الی السماء ان کے مزعوم اور خیالی قتل اور صلب سے پہلے ہی واقع ہو چکا ہے۔

3...... جس جگہ لفظ رفع کا مفعول یا متعلق جسمانی شے ہوگی تو اس جگہ یقیناً جسم کا رفع مراد ہوگا اور اگر رفع کا مفعول اور متعلق درجہ یا منزلہ یا مرتبہ یا امر معنوی ہو تو اس وقت رفع مرتبت اور بلندئ رتبہ کے معنی مراد ہوں گے۔ کما قال تعالیٰ......

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ (البقرہ 63) ''اور بلند کیا تمھارے اوپر کوہِ طور کو۔''

اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (الرعد2) ''اللہ وہ ہے جس نے اونچے بنائے آسمان بغیر ستون دیکھتے ہو''

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ (البقرہ127) ''اور یاد کر جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل''

وَرَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَی الْعَرْشِ (یوسف100) ''اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر''

ان تمام مواقع میں لفظ رفع اجسام میں مستعمل ہوا ہے اور ہر جگہ رفع جسمانی مراد ہے اور وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ ہم نے آپ علیہ السلام کا ذکر بلند کیا اور وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (الزخرف32) ''اور بلند کردیے درجے بعض کے بعض پر'' اس قسم کے مواقع میں رفعت شان اور بلندی رتبہ مراد ہے۔ اس لیے کہ رفع کے ساتھ خود ذکر اور درجہ کی قید مذکور ہے۔



خلاصہ کلام

یہ کہ رفع کے معنی اٹھانے اور اوپر لے جانے کے ہیں لیکن وہ رفع کبھی اجسام کا ہوتا ہے اور کبھی معانی اور اعراض کا ہوتا ہے اور کبھی اقوال اور افعال کا۔ اور کبھی مرتبہ اور درجہ کا۔ جہاں رفع اجسام کا ذکر ہوگا وہاں رفع جسمی مراد ہوگا اور جہاں رفع اعمال اور رفع درجات کا ذکر ہوگا وہاں رفع معنوی مراد ہوگا۔ رفع کے معنی تو اٹھانے اور بلند کرنے ہی کے ہیں۔ باقی جیسی شے ہوگی اس کا رفع بھی اس کے مناسب ہوگا۔

4...... اس آیت کا صریح مفہوم اور مدلول یہ ہے کہ جس وقت یہود نے حضرت مسیح کے قتل اور صلب کا ارادہ کیا تو اس وقت قتل اور صلب نہ ہو سکا کہ اس وقت حضرت مسیح علیہ السلام کا اللہ کی طرف رفع ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ یہ رفع جس کا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ میں ذکر ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے سے حاصل نہ تھا بلکہ یہ رفع اس وقت ظہور میں آیا کہ جس وقت یہود ان کے قتل کا ارادہ کر رہے تھے اور رفع جو ان کو اس وقت حاصل ہوا وہ یہ تھا کہ اس وقت بجسدہ العنصری صحیح وسالم آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ رفعت شان اور بلندی مرتبہ تو ان کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ (آل عمران45) ''مرتبہ والا دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں'' کے لقب سے پہلے ہی سرفراز ہو چکے تھے۔ لہٰذا اس آیت میں وہی رفع مراد ہو سکتا ہے کہ جو ان کو یہود کے ارادہ قتل کے وقت حاصل ہوا یعنی رفع جسمی اور رفع عزت ومنزلت اس سے پہلے ہی ان کو حاصل تھا اس مقام پر اس کا ذکر بالکل بے محل ہے۔

5...... یہ کہ رفع کا لفظ قرآن کریم میں صرف دو پیغمبروں کے لیے آیا ہے۔ ایک عیسیٰ علیہ السلام اور دوسرے ادریس علیہ السلام کے لیے۔ کما قال تعالیٰ وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ اِدْرِیْسَ اِنَّهٗ کَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا وَّ رَفَعْنٰهُ مَکَانًا عَلِیًّا o (مریم56-57) ''اور مذکور کر کتاب میں ادریس کا وہ تھا سچا نبی اور اٹھالیا ہم نے اس کو ایک اونچے مکان پر'' اور ادریس علیہ السلام کا رفع جسمانی کا مفصل تذکرہ تفاسیر میں مذکور ہے۔ (روح المعانی صفحہ 187 جلد5 وخصائص کبریٰ صفحہ 167-168 جلد1۔ صفحہ 174 جلد1۔ وتفسیر کبیر صفحہ 545 جلد5 وارشاد الساری صفحہ 370 جلد5 وفتح الباری صفحہ 225 جلد13 ومرقات صفحہ 224 جلد5 ومعالم التنزیل صفحہ 7 جلد3 وفی عمدۃ القاری صفحہ 327 جلد7۔ القول الصحیح بانہ رفع وھوحی ودرمنثور صفحہ 246 جلد4 وفی التفسیر ابن جریر صفحہ 63 جلد16۔ ان اللّٰہ رفعہ وھو حی الی السما. الرابعة و فی الفتوحات المکیة (صفحہ 341 جلد3) والیواقیت الجواھر (صفحہ 24 جلد2) فاذا انا بادریس بجسمه فانه ما مات الی الآن بل رفعه اللّٰه مکانا علیا و فی الفتوحات (صفحہ 5 جلد2) ادریس علیه السلام بقی حیا بجسد واسکنه اللّٰه الی السماء الرابعة) لہٰذا تمام انبیاء کرام میں انھیں دو پیغمبروں کو رفع کے ساتھ کیوں خاص کیا گیا؟ رفع درجات میں تمام انبیاء، شریک ہیں۔

6...... وَمَا قَتَلُوْهُ، وَمَا صَلَبُوْهُ اور وَمَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًا اور بَلْ رَّفَعَهُ میں تمام ضمائر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں جن کو مسیح اور ابن مریم اور رسول اللہ کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ عیسیٰ اور مسیح اور ابن مریم اور رسول یہ جسم معین اور جسد خاص کے نام اور لقب ہیں۔ روح کے اسماء اور القاب نہیں۔ اس لیے کہ جب تک روح کا تعلق کسی بدن اور جسم کے ساتھ نہ ہو اس وقت تک وہ روح کسی اسم کے ساتھ موسوم اور کسی لقب کے ساتھ ملقب نہیں ہوتی وَاِذْ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ. (الاعراف172) ''اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو'' وقولہ صلی اللہ علیہ وسلم الارواح جنود مجندۃ الحدیث.

(بخاری ج1 صفحہ 469 باب الارواح جنود مجندۃ کنز العمال جلد9 صفحہ 23 حدیث 24741)

7...... یہ کہ یہود کی ذلت ورسوائی اور حسرت اور ناکامی اور عیسیٰ علیہ السلام کی کمال عزت ورفعت بجسدہ العنصری صحیح وسالم آسمان پر اٹھائے جانے ہی میں زیادہ

ظاہر ہوتی ہے۔

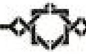
8...... یہ کہ رفعت شان اور علو مرتبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص نہیں۔ زندہ اہل ایمان اور زندہ اہل علم کو بھی حاصل ہے۔

کما قال تعالیٰ یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا العلم دَرَجٰتٍ (مجادلہ 11)

''بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اہل علم کو باعتبار درجات کے۔''

9...... یہ کہ اگر آیت میں رفع روحانی بمعنی موت مراد ہو تو یہ ماننا پڑے گا کہ وہ رفع روحانی بمعنی موت یہود کے قتل اور صلب سے پہلے واقع ہوا جیسا کہ اَم یَقُوْلُوْنَ بِہٖ جِنَّۃٌ بَلْ جَآءَ ھُمْ بِالْحَقِّ وَیَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِکُوْآ اٰلِھَتِنَا لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ o بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ (الصافات 36-37) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق کو لے کر آنا ان کے شاعر اور مجنون کہنے سے پہلے واقع ہوا اسی طرح رفع روحانی بمعنی موت کو ان کے قتل اور صلب سے مقدم ماننا پڑے گا حالانکہ مرزا صاحب اس کے قائل نہیں مرزا صاحب تو (العیاذ باللہ) یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام یہود سے خلاص ہو کر فلسطین سے کشمیر پہنچے اور عرصہ دراز تک بقید حیات رہے اور اسی عرصہ میں اپنے زخموں کا علاج کرایا اور پھر طویل مدت کے بعد یعنی ستاسی سال زندہ رہ کر وفات پائی اور سری نگر کے محلّہ خان یار میں مدفون ہوئے اور وہیں آپ کا مزار ہے۔ لہٰذا مرزا صاحب کے زعم کے مطابق عبارت اس طرح ہونی چاہیے تھی و ما قتلوہ بالصلیب بل تخلص منھم و ذھب الی کشمیر و اقام فیھم مدۃ طویلۃ ثم اماتہ اللہ و رفع الیہ. کیا کہیں قرآن مجید اور ذخیرہ احادیث میں ایسی کوئی عبارت ہے؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

10...... یہ کہ رفع روحانی بمعنی موت لینے سے وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا o کے ساتھ مناسبت نہیں رہتی۔ اس لیے کہ عزیز اور حکیم اور اس قسم کی ترکیب اس موقعہ پر استعمال کی جاتی ہے کہ جہاں کوئی عجیب و غریب اور خارق العادات امر پیش آیا ہو اور وہ عجیب و غریب امر جو اس مقام پر پیش آیا وہ رفع جسمانی ہے۔ اس مقام پر عَزِیْزًا حَکِیْمًا کو خاص طور پر اس لیے ذکر فرمایا کہ کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ جسم عنصری کا آسمان پر جانا محال ہے۔ وہ عزت والا اور غلبہ والا اور قدرت والا ہے اور نہ یہ خیال کرے کہ جسم عنصری کا آسمان پر اٹھایا جانا خلافِ حکمت اور خلافِ مصلحت ہے۔ وہ حکیم ہے اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں۔ دشمنوں نے جب حضرت مسیح پر ہجوم کیا تو اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلا دیا کہ اپنے نبی کو آسمان پر اٹھا لیا اور جو دشمن قتل کے ارادہ سے آئے تھے انہی میں سے ایک کو اپنے نبی کا ہم شکل اور شبیہ بنا کر انھیں کے ہاتھ سے اس کو قتل کرا دیا اور پھر اس شبیہ کے قتل کے بعد ان سب کو شبہ اور اشتباہ میں ڈال دیا۔



رفع کا معنی عزت کی موت

مرزا غلام احمد صاحب نے لکھا ہے کہ:

''جاننا چاہیے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ دوسری آیت اس پر دلالت کرتی ہے وَرَفَعْنٰہُ مَکَانًا عَلِیًّاo''

(ازالہ اوہام صفحہ 599 خزائن جلد 3 صفحہ 423)

پھر تحریر کرتے ہیں۔

''کہ لہٰذا یہ امر ثابت ہے کہ رفع سے مراد اس جگہ موت ہے۔ مگر ایسی موت جو عزت کے ساتھ ہو جیسا کہ مقربین کے لیے ہوتی ہے کہ بعد موت کے ان کی روحیں علیین تک پہنچائی جاتی ہیں فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ ملیک مُّقْتَدِرٍ'' (ازالہ اوہام صفحہ 605 خزائن جلد 3 صفحہ 424)

رفع کے معنی عزت کی موت نہ کسی لغت سے ثابت ہیں اور نہ کسی محاورہ سے اور نہ کسی فن کی اصطلاح ہے۔ محض مرزا صاحب کی اختراع اور گھڑت ہے۔ البتہ رفع کا لفظ محض اعزاز کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے مگر اعزاز رفع جسمانی کے منافی نہیں اعزاز اور رفع جسمانی دونوں جمع ہو سکتے ہیں نیز اگر رفع سے عزت کی موت مراد ہو تو نزول سے ذلت کی پیدائش مراد ہونی چاہیے اس لیے کہ حدیث میں نزول کو رفع کا مقابل قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نزول کے یہ معنی مرزا صاحب کے ہی مناسب ہیں۔



تفسیری شواہد

اب ہم ذیل میں مفسرین حضرات کے چند تفسیری شواہد نقل کرتے ہیں۔

1...... تفسیر روح المعانی میں علامہ سید محمود آلوسی (و 1270ھ) اس آیت کے تحت جزء سادس صفحہ 9 پر فرماتے ہیں۔

کہ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی کہ جب یہود مسیح علیہ السلام کے قتل کے لیے جمع ہوکران کی طرف گئے تا کہ ان کو قتل کردیں تو سیدنا جبرائیل علیہ السلام مسیح علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوئے۔ مسیح علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھا کر لے گئے۔

صفحہ 11 پر فرماتے ہیں کہ......

''سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دوسرے آسمان پر زندہ تشریف فرما ہیں۔ واپس دنیا میں تشریف لائیں گے اور دنیا میں ان کا انتقال ہوگا۔''

2......علامہ جلال الدین سیوطی نے بھی (تفسیر درمنثور جلد 2 صفحہ 238) پر بھی سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کو نقل فرمایا ہے۔

3......علامہ ابن جریر طبری (و310ھ) اپنی تفسیر (جامع البیان جزء6 صفحہ 14)، اس آیت کے تحت حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا گیا۔ ص 15 پر حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ اٹھالیا۔''

4......علامہ ابن کثیر نے اپنی (تفسیر ابن کثیر جلد 3 صفحہ 12) پر حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کو یوں نقل فرمایا۔ ''**صلبوا رجلا شبها بعیسی و رفع اللہ عزوجل عیسی الی السماء حیا**'' یہود نے ایک شخص کو جو مسیح کا شبیہ تھا صلیب پر لٹکایا جبکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھالیا۔''

5......تنویر المقیاس من (تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ جلد 1 صفحہ 68) میں ابی طاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی فرماتے ہیں۔ ''انھوں (یہود) نے یقیناً عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانوں پر اٹھالیا۔''

6......تفسیر کشاف میں علامہ جاداللہ محمود بن عمر الزمخشری (و528ھ) اس آیت کے تحت جلد 1 صفحہ 578 طبع بیروت پر فرماتے ہیں۔

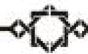
''جب یہود عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لیے جمع ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو خبر دی کہ ہم آپ کو آسمانوں پر اٹھاتے ہیں اور یہود کی ناپاک صحبت سے پاک کرتے ہیں۔''

7......تفسیر مظہری میں علامہ ثناءاللہ مظہری (و1325ھ) اس آیت کے تحت جلد 2 صفحہ 271 پر فرماتے ہیں کہ **بل فقه اللہ الیه** میں رد قتل (مسیح علیہ السلام) اور اثبات رفع (مسیح علیہ السلام) ہے۔

8......تفسیر کبیر میں علامہ فخرالدین رازی اس آیت کے تحت جز11 صفحہ 103 پر فرماتے ہیں......

''کہ اس آیت (بل رفعہ اللہ) سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع الی السماء ثابت ہے جیسا کہ آیت آل عمران **انی متوفیک و رافعک و مطهرک** اس کی نظیر ہے۔ جان کہ عیسیٰ علیہ السلام کو مصیبت ومشقت (یہود سے) پیش آئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا اور ان کے لیے ثواب جنت کے دروازے واکر دیے۔ ان کے جسم کو (رفع سے) تمام راحتیں نصیب ہوگئیں۔ (جن کے جسم کی رفعتوں کا یہ عالم ہے جو اس آیت میں مذکور ہیں) تو اس آیت سے ان کی روحانی ترقیوں کی معرفت کا بھی خود بخود اندازہ کرلو (یعنی رفع جسمانی کو رفع روحانی خود بخود لازم ہے) اس صفحہ پر آیت **کان اللہ عزیزا حکیما** کے تحت تحریر فرماتے ہیں۔

''عزت سے مراد کمال قدرت اور حکمت سے مراد کمال علم (ان الفاظ عَزِیْزًا حَکِیْمًا) سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ رفع عیسیٰ علیہ السلام کا دنیا سے آسمانوں کی طرف انسان کے لیے ایسا کرنا تو مشکل ہے۔ لیکن میری (اللہ تعالیٰ) قدرت وحکمت کے لیے تو کوئی مشکل نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً میں فرماتے ہیں کہ معراج (سماوی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خود بخود تو مشکل تھا۔ لیکن قدرت حق (تعالیٰ سبحانہ) کے لیے تو آسان ہے۔''



احمدی سوال......1

ایک شخص کی شکل ہو بہو عیسیٰ علیہ السلام جیسی کیسے ہوگئی؟

جواب

1...... جس طرح فرشتوں کا بشکل بشر متمثل ہونا۔

2......اور موسیٰ علیہ السلام کے عصا کا اژدہا بن جانا قرآن کریم میں منصوص ہے۔

3......انبیاء کرام کے لیے پانی کا شراب اور زیتون بن جانا نصاریٰ کے نزدیک مسلم ہے۔ پس اسی طرح اگر کسی شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کے مشابہ اور ہم شکل بنادیا جائے تو کیا استبعاد ہے؟

4......احیاء موتیٰ کا معجزہ القاء شبیہ کے معجزہ سے کہیں زیادہ بلند تھا۔لہٰذا احیاء موتیٰ کی طرح القاء شبیہ کے معجزہ کو بھی بلا شبہ اور بلا تردد تسلیم کرنا چاہیے۔

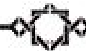
5...... نیز موجودہ سائنس کے دور میں پلاسٹک سرجری سے چہروں کی شباہت تبدیل کی جاتی ہے یہ انسان اپنے ذرائع سے کر رہا ہے۔ اگر حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ایک شخص کی شباہت دوسرے شخص پر ڈال دی تو وجہ استعجاب کیا ہے؟

احمدی سوال...... 2

جس شخص پر عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ڈالی گئی وہ آپ کا دشمن تھا۔ یا حواری، اگر دشمن پر ڈالی گئی تو اسے مسیح بنا کر عزت دی گئی کافر کو عزت دی گئی۔ اگر حواری تھا تو اس پر ظلم ہوا اور یہ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے۔

جواب

اس آیت کی تفسیر میں پہلے نقل ہو چکا ہے کہ اس میں مفسرین کے دو قول ہیں کیونکہ قرآن مجید تاریخی کتاب نہیں بلکہ ہدایت کا منبع ہے۔ یہ تاریخ کا موضوع ہے کہ وہ شخص جو پھانسی دیا گیا وہ کون ہے؟ قرآن مجید صرف اتنا بتلانا چاہتا ہے کہ مسیح علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ پھانسی دیے گئے۔ یہود کا قول قتل مسیح کا دعویٰ غلط ہے۔ اب وہ شخص کون تھا؟ تو اس میں سابقہ کتب میں دو اقوال ہیں کہ وہ دشمن تھا، وہ حواری تھا۔ اس لیے مفسرین نے دونوں اقوال نقل کیے۔ اب کہ وہ دشمن تھا۔ تو نبی کی شکل کیسے دے کر اعزاز دیا گیا؟ یہ احمدیوں کی نادانی ہے۔ اس دشمن کو مسیح کی شکل دے کر اعزاز نہیں دیا گیا بلکہ عذاب دیا گیا کہ وہ پھانسی پر لٹکایا گیا۔ کیوں؟ اس کا جواب قرآن نے دیا۔ شبہ لھم. اور دوسرا قول کہ مسیح علیہ السلام کا حواری تھا اس پر اشکال کہ بے قصور تھا۔ اس پر ظلم ہوا۔ اس کا جواب بھی تفسیروں اور کتب سابقہ میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کون شخص ہے جو میری جگہ پھانسی پر چڑھے اور قیامت کے دن جنت میں میرا رفیق بنے۔ یہ سوال تین بار کیا تو تینوں دفعہ مخلص حواری اٹھا جو اپنے نبی کی جگہ قربانی کے لیے آمادہ ہوا۔ یہ ایثار و قربانی کی بے مثال روایت ہے کہ اپنے نبی کے لیے جان قربان کر کے رفیق جنت بننے پر آمادہ ہوا اور ایسے کر کے وہ اعزاز کا مستحق ہوا نہ کہ اعتراض کا۔ وہ درجہ شہادت پر فائز ہوا۔ احمدی، مخلص حواری مسیح کی شہادت کو ظلم سے تعبیر کریں تو جو لوگ اپنے دین و ایمان اسلام و قرآن انبیاء کرام کی عزتوں کے تحفظ کے لیے شہید ہوئے تو کیا ان سب پر ظلم ہوا؟ معاذ اللہ۔



احمدی سوال...... 3

آیت بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ میں لفظ ''بل'' ابطالیہ نہیں۔ نحویوں نے لکھا ہے کہ لفظ ''بل قرآن میں نہیں آسکتا۔'' (مرزائی پاکٹ بک)

جواب...... 1

پھر تو یہ مطلب ہوا کہ کافر یہود سچے ہیں جو کہتے تھے ہم نے مسیح کو قتل وغیرہ کر دیا۔ اے جناب! تم نے خود بحوالہ کتب نحو لکھا ہے کہ ''جب خدا کفار کا قول نقل کرے تو بغرض تردید، اس میں ''بل'' آسکتا ہے۔ (احمدیہ پاکٹ بک صفحہ 207)

یہی معاملہ اس جگہ ہے۔ خود مرزا صاحب مانتے ہیں کہ اس جگہ لفظ بَل تردید قول کفار کے لیے ہے۔

''مسیح مصلوب مقتول ہو کر نہیں مرا...... بلکہ خدا تعالیٰ نے عزت کے ساتھ اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔''

(ازالہ اوہام صفحہ 598 خزائن جلد 3 صفحہ 423)

جواب...... 2

قرآن مجید میں قول کفار کی تردید کے لیے متعدد بار بل ابطالیہ استعمال ہوا ہے۔

1......وقالوا اتخذ للّٰہ ولدا سبحانہ بل لہ مافی السموت والارض (بقرہ 116)

''اور کہتے ہیں کہ اللہ رکھتا ہے اولاد وہ تو سب باتوں سے پاک ہے بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔''

2......وقالوا اتخذ الرحمن ولدا سبحانہ بل عباد مکرمون. (الانبیاء 26)

''اور کہتے ہیں رحمٰن نے کر لیا کسی کو بیٹا وہ ہرگز اس لائق نہیں لیکن وہ بندے ہیں جن کو عزت دی ہے۔''

3......ام یقولون بہ جنة بل جاء ھم باالحق. (مومنون 70)

’’یا کہتے ہیں اس کو سودا ہے کوئی نہیں وہ تو لایا ہے ان کے پاس سچی بات ۔‘‘

4......ام یقولون افتراہ بل ھو الحق من ربک. (الم سجدہ3)

’’کیا کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ باندھ لیا ہے کوئی نہیں وہ ٹھیک ہے تیرے رب کی طرف سے ۔‘‘

احمدی سوال 4

رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔ (مرزائی پاکٹ بک)

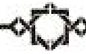
جواب 1

وعدہ بلا توقف و بجلد رفع کا تھا۔ اگر آپ کے معنی صحیح ہوں تو مطلب یہ ہوا کہ مسیح اسی وقت عزت کے ساتھ مر گیا تھا اور کون نہیں جانتا کہ یہ یہود کی تائید ہے۔ چونکہ یقیناً حضرت مسیح علیہ السلام اس زمانے میں فوت نہیں ہوئے۔ جیسا کہ مرزا صاحب کو بھی اقرار ہے۔ لہٰذا اس وقت جو رفع ہوا وہ یقیناً زندہ آسمان پر اٹھایا جانا تھا۔

اس کے علاوہ رفع کے معنی عزت کی موت لینے نہ صرف بوجہ تمام کتب لغت کے خلاف ہونے کے مردود ہیں۔ بلکہ اس میں یہ نقص ہے کہ کلام ربانی درجہ فصاحت سے گر جاتا ہے کیونکہ دوسری آیت میں رافعک سے پہلے مُتَوَفِّيكَ کا وعدہ موجود ہے اور توفی کے معنی جیسا کہ کتب عربیہ اور تحریرات مرزا سے کسی چیز کو پورا لینے کے ہیں۔ پس یہ کہنا کہ زندہ اٹھالیا۔ پھر ساتھ ہی یہ کہنا کہ عزت کی موت دے کر اٹھالیا۔ یہ متضاد کلام خدا کی شان سے بعید ہے۔ اگر کہا جائے کہ مُتَوَفِّيكَ کے معنی بھی موت ہیں تو بھی خلاف فصاحت ہے کیونکہ جو بات ایک لفظ (موت) سے ادا ہو سکتی تھی اس کو دو فقروں میں بیان کرنا بھی شان بلاغت پر دھبہ ہے۔ حاصل یہ کہ یہود کہتے تھے کہ ہم نے مسیح علیہ السلام کو مار دیا۔ ان کے جواب میں یہ کہنا کہ ہاں مار تو دیا تھا مگر یہ عزت کی موت ہے۔ یہود کی تردید نہیں بلکہ تصدیق ہے حالانکہ خداوند تعالیٰ اس عقیدہ کو لعنتی قرار دیتا ہے جو احمدیوں کو مبارک ہے۔

جواب 2

بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کی تفسیر میں تیرہ سو سال کے کسی ایک مفسر یا محدث یا امام لغت نے رفع درجات یا رفع روحانی مراد نہیں لیا۔ یہ خالصۃً احمدی تحریف کا شاخسانہ جس کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ وہ اپنے دعویٰ رفع درجات یا روحانی رفع کے لیے اس آیت کی تفسیر میں سلف کا ایک قول پیش نہیں کر سکتے۔



احمدی سوال 5

یہود صلیب کی موت کو لعنتی قرار دیتے ہیں اس لیے بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ فرمایا گیا کہ ان کا رفع روحانی ہوا۔

جواب 1

قرآن مجید نے ماقتلوہ سے یہود کے عقیدہ کی تردید کی۔ جس کے لیے وہ اِنَّا قَتَلْنَا سے قطعی دعویٰ کرتے تھے۔ وَمَا صَلَبُوْهُ سے نصاریٰ کے عقیدہ کفارہ کی تردید کی جو یہ کہتے ہیں کہ پھانسی پر چڑھ کر ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو گئے۔ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ سے مسیح علیہ السلام کے رفع جسمانی کو جو قتل کے منافی ہے بیان کر کے حقیقت کو واضح کیا۔ ورنہ یقتلون الانبیاء بغیر حق میں یہود کے فعل بد کی نشاندہی فرمائی۔ اگر قتل اور صلیب لعنتی موت سے رفع روحانی مراد ہوتا تو کیا باقی انبیاء علیہم السلام کا رفع روحانی نہیں ہوا ان کے لیے بَلْ رَفَعَهُمُ اللّٰهُ کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا؟ پس ثابت ہوا کہ یہ رفع روحانی کا تذکرہ نہیں بلکہ رفع جسمانی کا اثبات و بیان ہے۔

جواب 2

درجات کی بلندی اور رفع روحانی کی انتہاء تو نبوت ہے۔ نبوت سے بڑھ کر اور کیا رفع درجات ہو سکتا ہے؟ وہ تو یہود کے قول قتل سے قبل مسیح علیہ السلام کو حاصل تھا اس کا یہاں بیان ایک بے مقصد بات اور فضول دعویٰ ہے جس کے احمدی مرتکب ہو رہے ہیں۔

جواب 3

کیا ہر مصلوب لعنتی ہوتا ہے اگر چہ وہ بیگناہ ہی کیوں نہ ہو کیا بیگناہ مقتول شہید نہیں ہوتا؟ کیا وَیَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ بِغَیْرِ الْحَقِّ قرآن میں نہیں ہے؟

جواب......4

کیا تیرہ سو سالہ مفسرین کی تفسیری آراء کو یکسر نظر انداز کر کے ان کے مقابلہ میں محرف و مبدل تورات و کتب سابقہ سے اپنے اختراعی موقف کو ثابت کرنا کسی طرح جائز ہے؟ بَیِّنُوْا وَتَوَجَرُوْا.

جواب......5

مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ ہر مصلوب ملعون ہوتا ہے۔ جھوٹ ہے۔ ذیل میں حوالہ ملاحظہ ہو: ''اگر کسی نے کچھ ایسا گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے اور تو اسے درخت پر لٹکائے تو اس کی لاش رات بھر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اس دن اسے گاڑھ دے کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے۔ خدا کا ملعون ہے اس لیے چاہیے کہ تیری زمین جس کا وارث خداوند تیرا خدا تجھ کو کرتا ہے نہ پاک نہ کی جائے۔

(استثناء باب 21 آیت 23/22 کتاب مقدس مطبوعہ 1927 صفحہ 179)

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ صلیب دیے جانے والا وہی شخص ملعون ہے جو کسی گناہ اور جرم کی پاداش میں صلیب دیا گیا ہو۔ ہر مصلوب لعنت کا مستحق نہیں حوالہ میں ''وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے'' میں لفظ ''وہ'' کا اشارہ اس مجرم گناہگار کی طرف ہے۔ اگر ہر مصلوب کی ملعونیت ثابت کرنا مقصود ہوتی تو آیت کا یہ فقرہ یوں نہ ہوتا۔ بلکہ آیت میں ''وہ جو'' موصول ہے۔ وہ پھانسی دیا جانا اس کا صلہ ہے۔ چونکہ موصول پر حکم لگانے سے پہلے صلہ کا جاننا ضروری ہے۔ اس لیے مصلوب ہونے کے متعلق وہی علم ہوگا۔ جو بائیسویں آیت سے حاصل ہو رہا ہے۔ بائیسویں آیت میں مجرم اپنے گناہ کی سزا میں مصلوب ہونا مذکور ہے اس لیے یہاں بھی ''وہ جو'' پھانسی دیا جاتا ہے۔ اس سے مجرم ہی مراد ہے۔

جواب......6

(سورۃ طٰہٰ 71) میں ہے وَلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ. فرعون نے کہا کہ میں سب کو کھجور کے تنوں کے ساتھ پھانسی دوں گا۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے والے ساحروں کو فرعون نے صلیب پر لٹکایا۔ وہ سب کے سب مقبول بارگاہ الٰہی تھے۔ ایک بھی ملعون نہ تھا۔ فرعون نے اپنا ارادہ پورا کیا اور سب کو دار پر لٹکا دیا۔ (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 56) پر ہے قال ابن عباس رضی الله عنه کا نوافی اوّل النهار سحرة اورفی آخرها شهداء. حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ دن کے پہلے وقت میں ساحر تھے۔ دن کے آخری وقت میں شہداء میں شامل ہوئے۔ اسی طرح بخاری و مسلم میں حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا جو ایک جلیل القدر صحابی ہیں سولی پر مارا جانا مذکور ہے چونکہ عیسیٰ علیہ السلام فی الواقعہ غیر مجرم تھے۔ اس لیے ان کا سولی دیا جانا لعنت کا باعث کیسے ہوسکتا تھا؟ پس عدم قتل کے مقابلہ میں رفع۔ رفع جسمانی ہے۔

جواب......7

اگر یہودی مسیح علیہ السلام کو لعنتی ثابت کرنا چاہتے اور ہر مصلوب ان کے نزدیک ملعون ہوتا جیسا کہ مرزا صاحب کا دعویٰ ہے تو یہودی بجائے اِنَّا قَتَلْنَا کے اِنَّا صَلَبْنَا کہتے اور ان کے جواب میں وما قتلوہ کی بجائے صرف وما صلبوہ ہوتا تا کہ ان کی پوری تردید ہو جاتی۔ یا ماهو بملعون بل رفعه کہہ کر صاف لفظوں میں یہود کا رد کیا جاتا۔ لہٰذا یہودیوں کا قتل مسیح کا زور دار دعویٰ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا ان کی تردید میں قتل ہی کی تردید کرنے سے ظاہر ہے کہ یہودیوں نے نہ کبھی ان کے لعنتی ہونے کا دعویٰ کیا اور نہ اس کے رد میں کوئی آیت نازل ہوئی بلکہ مَاقَتَلُوْهُ سے یہود کی تردید اور وَمَاصَلَبُوْهُ سے نصاریٰ کی تردید مقصود ہے۔ پس عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ ہونا۔ عدم قتل اور رفع الی السماء سب باتیں صادق ہیں۔

احمدی سوال......6

رَفَعَهُ اللّٰہُ میں خدا کی طرف اٹھانا مرقوم ہے۔ آسمان کا کہاں ذکر ہے؟

جواب......1

خدا کے لیے فوق وعلو ہے۔ انہی معنوں سے قرآن میں کہا گیا ہے۔

ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمُ الۡاَرۡضَ (الملک 16)

''کیا تم نڈر ہو گئے اس ذات سے جو آسمان میں ہے اس سے کہ دھنسا دے تم کو زمین میں۔''

اَمۡ اَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ اَنۡ یُّرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا. (الملک 17)

''کیا نڈر ہو گئے ہو اس ذات سے جو آسمان میں ہے اس بات سے کہ برسا دے تم پر مینہ پتھروں کا۔''

ایسا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انتظار وحی کے وقت آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے

قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِکَ فِی السَّمَآءِ (البقرہ 144) ''بیشک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا آسمان کی طرف۔''

اسی طرح خود مرزا صاحب نے رفعه اللّٰه کے معنی آسمان کی طرف اٹھایا جانا لکھے ہیں۔

''رافعک کے یہی معنی ہیں کہ جب عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے تو ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔''

(ازالہ اوہام صفحہ 266 خزائن جلد 3 صفحہ 234-235)

''جب مومن فوت ہوتا ہے اس کی روح خدا کی طرف جاتی ہے''

(ملخص ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم صفحہ 71 خزائن جلد 21 صفحہ 341)

''حضرت مسیح علیہ السلام تو انجیل کو ناقص کی ناقص ہی چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے۔''

(حاشیہ براہین احمدیہ صفحہ 361 خزائن جلد 1 صفحہ 431)

تین قرآنی آیات اور تین مرزا کے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت یہ اختلاف نہیں کہ کس طرف اٹھائے گئے۔ احمدیوں کو بھی مسلم ہے کہ مرفوع چیز آسمانوں کی طرف اٹھائی گی۔ مرفوع میں اختلاف ہے جہت رفع میں نہیں۔ فافہم۔

جواب......2

بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیۡهِ (اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھالیا) اس کلام کے معنی ہی یہ ہیں کہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِکَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَیۡهِ (المعارج 4) ''چڑھیں گے اس کی طرف فرشتے اور روح'' کے معنی یہ ہیں کہ اللہ نے آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ فرشتے اور روح الامین اللہ کی طرف چڑھتے ہیں یعنی آسمان پر۔ وقال تعالیٰ اِلَیۡهِ یَصۡعَدُ الۡکَلِمُ الطَّیِّبُ وَالۡعَمَلُ الصَّالِحُ یَرۡفَعُهٗ (فاطر 10) ''اس کی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا اور کام نیک اس کو اٹھالیتا ہے'' یعنی آسمان کی طرف چڑھتے ہیں۔ اسی طرح بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیۡهِ میں آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہوگا اور جس کو خدائے تعالیٰ نے ذرا بھی عقل دی ہے وہ سمجھ سکتا ہے بَلۡ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیۡهِ کے یہ معنی کہ خدا نے ان کو عزت کی موت دی، یہ معنی جس طرح لغت کے خلاف ہیں اسی طرح سیاق وسباق کے بھی خلاف ہیں۔

جواب......3

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے باسناد صحیح یہ منقول ہے لما اراد اللّٰہ ان یرفع عیسٰی الی السماء (تفسیر ابن کثیر صفحہ 9 جلد 3) (جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی طرف اٹھانے کا ارادہ فرمایا الیٰ آخر القصہ)

جواب......4

مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ رفع سے ایسی موت مراد ہے جو عزت کے ساتھ ہو جیسے مقربین کی موت ہوتی ہے کہ ان کی روحیں مرنے کے بعد علیین تک پہنچائی جاتی ہیں۔'' (حوالہ مذکور) اس عبارت سے خود واضح ہے کہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ سے آسمان پر جانا مراد ہے۔ اس لیے کہ ''علیین'' اور ''مقعد صدق'' تو آسمان ہی میں ہیں۔ بہرحال آسمان پر جانا تو مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ آسمان پر حضرت مسیح بن مریم کی فقط روح گئی یا روح اور جسد دونوں گئے؟ سو یہ ہم پہلے ثابت کر چکے ہیں کہ آیت میں بجسدہ العنصری رفع مراد ہے۔ ذیل میں خود مرزا کے ہم تین حوالے پیش کرتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کے آسمان پر ہونے اور رفع الی السماء کا ثبوت ہوتا ہے، دیکھیے:

حوالہ......1

فرزند دلبند گرامی ارجمند مظهر الحق والعلا كان الله نزل من السماء (تذکرہ صفحہ طبع چہارم 149)

معلوم ہوا کہ مرزا کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے۔

حوالہ......2

الا يعلمون ان المسيح ينزل من السماء بجميع علومه.

(آئینہ کمالات اسلام خزائن جلد 5 صفحہ 409)

''کیا لوگ نہیں جانتے کہ مسیح آسمان سے تمام علوم کے ساتھ اتریں گے۔''

پتا چلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے ہی آسمان پر اٹھائے گئے ہیں جبھی تو وہاں سے نازل ہوں گے۔

حوالہ......3

''ہر ایک اپنے درجہ کے موافق آسمانوں کی طرف اٹھایا جاتا ہے اور اپنے قرب کے انداز کے موافق رفع سے حصہ لیتا ہے اور انبیاء اور اولیاء کی روح اگرچہ دنیوی حیات کے زمانہ میں زمین پر ہو مگر پھر بھی اس آسمان سے اس کا تعلق ہوتا ہے، جو اس کی روح کے لیے حد رفع ٹھہرایا گیا ہے، اور موت کے بعد وہ روح اس آسمان میں جا ٹھہرتی ہے جو اس کے لیے حد رفع مقرر کیا گیا ہے۔'' (ازالہ اوہام صفحہ 345 خزائن جلد 3 صفحہ 276)

اس حوالہ سے ثابت ہوا کہ الیہ سے مراد آسمان ہی ہے اور جہت رفع میں کوئی اختلاف نہیں ہے، بلکہ اختلاف مرفوع شی میں ہے کہ آیا صرف روح اٹھائی گئی، یا اس کے ساتھ جسم بھی تھا؟

احمدی سوال......7

''صلب کا معنی صلیب پر مارنا ہے۔''

جواب

لغت میں صلب کا معنی صرف سولی پر چڑھانا ہے۔ اسے موت لازم نہیں۔

1......صراح میں ہے۔ صلب بردار کردن۔ صلیب پر چڑھانا۔

2......غیاث اللغات صفحہ 309 مطبوعہ مجیدی کانپور میں صلیب کے لفظ کے تحت لکھا ہے۔ ''بمعنی بردار کردن وجہش آنکہ چوں عیسیٰ علیہ السلام را بر آسمان بردند۔ طرطوس نام شخصے را کہ بشکل عیسیٰ علیہ السلام بود۔ بردار کشیدند'' صلیب پر چڑھایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا گیا تو طرطوس نامی شخص جو عیسیٰ علیہ السلام کا ہمشکل تھا۔ صلیب پر چڑھا دیا۔

3......حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ''ونہ کشتند اوراء و بردار نکردند اورا'' نہ انھوں (یہود) نے ان (عیسیٰ) کو قتل کیا اور نہ ان کو چڑھایا (صلیب پر)

4......حضرت شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''اور نہیں مارا اس کو اور نہ سولی دی۔''

5......حضرت شاہ عبدالقادر لکھتے ہیں ''اور نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔'' ان تصریحات سے یہ بات ثابت ہوئی کہ صلبوہ کا معنی اسے صلیب پر چڑھانا۔ وما صلبوہ کا معنی اس کو صلیب پر نہیں چڑھایا۔

احمدیوں سے سوال......3

اگر صلب کا معنی صلیب پر چڑھا کر مارنا ہے اور مصلوب کا معنی صلیب پر چڑھا کر مارا ہوا، تو صرف سولی پر چڑھانے اور سولی پر چڑھائے ہوئے، کے لیے کونسا لفظ ہے؟ پوری دنیا کے احمدی مل کر مطلق صلب کے لیے کوئی لفظ بتا سکتے ہیں؟

احمدی سوال...... 8

مرزائی کہتے ہیں کہ بھلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسان ہوتے ہوئے آسمان پر کیسے جاسکتے ہیں۔آسمان وزمین کے بیچ کئی (ناری کرے) ہیں جن سے گزرنے کی تاب انسان نہیں رکھتا اسی وجہ سے جب مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مطالبہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر جائیں تو ہم ایمان لائیں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا تھا کہ **هل کنت الا بشراً رسولا** معلوم ہوا انسان یہ کام نہیں کرسکتا۔

جواب......1:

ایک انتہائی ضروری حوالہ

یہ حوالہ نہیں بلکہ ایسا کیمیاوی ایٹم بم ہے جو صرف مذکورہ سوال ہی نہیں بلکہ وفات عیسیٰ کے بارے میں مرزائیوں کے تمام اشکالات کو بھسم کردیتا ہے۔اور جگہ جگہ کام آئے گا۔دل پر ہاتھ رکھ کر ملاحظہ کریں۔جواب کے الفاظ یہ ہیں:

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناری کروں سے گزر کر آسمان پر ایسے ہی چلے گئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام چلے گئے اور جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں ویسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں۔''اور یہ کوئی ہماری ایجاد نہیں بلکہ خود مرزائیوں کے حضرت صاحب نے لکھا ہے دیکھیے حوالہ نمبر 1: **بل حیاۃ کلیم اللہ ثابت بنص القرآن الکریم الا تقرء فی القرآن ماقال اللہ تعالیٰ عزوجل، فلا تکن فی مریة من لقائه وانت تعلم ان هذهٖ الایة نزلت فی موسیٰ فهی دلیل صریح علیٰ حیاۃ موسیٰ علیه السلام لانه لقی رسول اللّٰهصلی اللہ علیه وسلم والاموات لا یلاقون الاحیاء ولا تجد مثل هذه الایات فی شان عیسیٰ علیه السلام نعم جاء ذکر و فاته فی مقامات شتی.** (حمامۃ البشریٰ صفحہ 55 خزائن جلد 7 صفحہ 221)

بلکہ حیات کلیم اللہ (موسیٰ علیہ السلام) نص قرآن کریم سے ثابت ہے کیا تو نے قرآن کریم میں نہیں پڑھایا۔اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شک نہ کریں ان کی ملاقات سے یہ آیت موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات کے بارے میں نازل ہوئی۔یہ آیت دلیل صریح ہے موسیٰ علیہ السلام کی حیات پر۔اس لیے کہ رسول اللہصلی اللہ علیہ وسلم کی موسیٰ علیہ السلام سے (معراج میں) ملاقات ہوئی اور (اگر موسیٰ علیہ السلام فوت شدہ ہوتے) مردے زندوں سے نہیں ملا کرتے۔ایسی آیات تو عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں نہیں بلکہ مختلف مقامات پر ان کی وفات کا ذکر ہے۔''

حوالہ......2

''**هذا هو موسیٰ فتی اللّٰه الذی اشار اللہ فی کتابه الی حیاته و فرض علینا ان نؤمن بانه حی فی السماء ولم یمت ولیس من المیتین.** ترجمہ: یہ وہی موسیٰ مرد خدا ہے جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہوگیا کہ ہم اس بات پر ایمان لائیں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے اور مردوں میں سے نہیں۔'' (نور الحق صفحہ 50 خزائن جلد 8 صفحہ 69)

جواب......2

مذکورہ بالا اعتراض وعذر کا جواب یہ ہے کہ...... یہاں بحث خود جانے کی نہیں بلکہ خدا کے لے جانے کی ہے۔کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ نعوذ باللہ، اللہ تعالیٰ بھی کسی کو آسمان پر لے جانے کی قدرت نہیں رکھتا؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بشریت کا اقرار کر کے مطالبہ پورا کرنے سے جو عذر کیا ہے اس میں خود جانے کی نفی ہے اللہ تعالیٰ کے لے جانے کی نفی نہیں ہے۔چنانچہ معراج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم منجانب خداوندی آسمان پر لے جائے گئے نہ کہ خود گئے۔

جواب......3

مرزا صاحب خود تسلیم کرتے ہیں کہ آسمان پر بجسم عنصری جانا ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے۔ مرزا کی اپنی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''ہماری طرف سے یہ جواب ہی کافی ہے کہ اوّل تو خدا تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ انسان مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائے۔''

(چشمہ معرفت صفحہ 619 خزائن جلد 23 صفحہ 228)

جواب......4

مرزائیوں پر تعجب ہے کہ بابا گرونانک کے چولہ کا آسمان پر سے اترنا تو مرزا کے نزدیک تسلیم ہو سکتا ہے اور اس کو آگ نہیں جلاتی، لیکن حضرت مسیح کے جانے یا آنے سے کرہ زمہریر یا کرہ ناریہ مانع ہے؟

مرزا صاحب کا یہ اقرار ملاحظہ فرمائیں:

''بعض لوگ انگد کے جنم ساکھی کے اس بیان پر تعجب کریں گے کہ یہ چولہ آسمان سے نازل ہوا ہے اور خدا نے اس کو اپنے ہاتھ سے لکھا ہے، مگر خدا تعالیٰ کی بے انتہا قدرتوں پر نظر کر کے کچھ تعجب کی بات نہیں، کیونکہ اس کی قدرتوں کی کسی نے حد بست نہیں کی۔''

(ست بچن صفحہ 37 خزائن جلد 10 صفحہ 157)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا اور پھر نازل ہونا مرزا خود انجیل کے حوالہ سے تسلیم کرتا ہے۔ مرزا کی اپنی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

''اور منجملہ انجیلی شہادتوں کے جو ہم کو ملی ہیں انجیل متی کی مندرجہ ذیل آیت ہے اور اس وقت انسان کے بیٹے کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور انسان کے بیٹے کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمانوں کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے دیکھو متی باب 24 آیت 30۔''

(مسیح ہندوستان میں صفحہ 38 خزائن جلد 15 صفحہ 38)

حاصل کلام یہ ہوا کہ قرآن وحدیث و بائبل سب مسیح کے حیات ونزول جسمانی ورفع جسمانی کے قائل ہیں لہٰذا اب کوئی آیت یا حدیث یا بائبل پیش کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

جواب......5

اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ بجسد عنصری آسمانوں پر لے گئے اور ناری کرہ ان کے لیے رکاوٹ نہ بنا اللہ تعالیٰ نے اس ناری کرہ کو اسی طرح ٹھنڈا کر دیا جس طرح حضرت آدم علیہ السلام اور حواء کے لیے ٹھنڈا کیا اور انھیں جنت سے زمین پر اتارا اور جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈا کر دیا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی ناری کرہ کو ٹھنڈا کر دیا مرزا خود اعتراف کرتا ہے، وہ لکھتا ہے:

1...... ''حضرت ابراہیم علیہ السلام چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اس لیے ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے اس کی مدد کی جبکہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا خدا نے آگ کو اس کے لیے سرد کر دیا۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 50 خزائن جلد 22 صفحہ 52)

جواب......6

اسی کا تھا معجزانہ اثر
کہ نانک بچا جس سے وقت خطر
بچا آگ سے اور بچا آب سے
اسی کے اثر سے نہ اسباب سے

(ست بچن صفحہ 42 خزائن جلد 10 صفحہ 162)

خلاصہ بحث

اللہ رب العزت عام قوانین فطرت کے خلاف بھی کبھی کام کرتے ہیں۔ یہ اس کے خاص نوامیس فطرت ہیں یہ بات مرزا صاحب کے ہاں بھی مسلم ہے۔ اگر

مرزا کی پیش کردہ مثالیں درست ہیں تو پھر ناری کروں کی موجودگی کے باوجود حضرت آدم علیہ السلام کا اترنا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع ونزول بھی عام قانون قدرت کے خلاف ممکن ہے۔ اگر احمدیوں نے یہی کہنا ہے کہ کوا سفید ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناری کرہ سے کیسے گزر گئے؟ تو مرزائی ہم سے سوال کرنے سے قبل یہ اعلان کریں کہ مذکورہ حوالوں میں مرزا صاحب نے یکے بعد دیگرے کئی جھوٹ بولے ہیں۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

احمدی اشکال بر حوالہ مذکورہ

مرزائی عموماً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس رفع کو بھی رفع روحانی پر محمول کر کے جان چھڑانا چاہتے ہیں مگر جان چھوٹ جانا اتنا آسان تھوڑا ہی ہے۔ اس تاویل کا تحقیقی جواب یہ ہے:

حوالہ بالا میں خود مرزا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تقابل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ یہ تقابل اسی وقت درست ہوسکتا ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جسمانی موت اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جسمانی حیات مراد لی جائے مذہب احمدی میں یہی ہے۔ احمدی اس عبارت کی تاویل کرتے ہیں کہ حیی فی السماء سے مراد روحانی حیات ہے اور آگے لم یمت سے نفی بھی روحانی موت کی ہی ہو رہی ہے۔ یہ تاویل چند وجوہ سے باطل ہے۔

اولاً......کوئی شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کی روحانی موت کا قائل نہیں ہے کہ ان کی روحانی حیات ثابت کرنے کی ضرورت پیش آئی تھی۔

ثانیاً......نور الحق میں مذکورہ عبارت کی چند سطروں کے بعد مرزا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تقابل کیا ہے، کہتا ہے: ولا تجد مثل هذه الایات فی شان عیسیٰ. اگر یہ تقابل مانا جائے اور مرزائیوں کی تاویل بھی مانی جائے تو اس عبارت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانی موت کا اقرار کرنا پڑے گا اور یہ کفر ہے لہٰذا دونوں جگہ جسمانی حیات ہی مراد لی جانی چاہیے۔

احمدی سوال...... 9

مرزائی یہ کہتے ہیں کہ رفعہ میں ضمیر کے مرجع کا فرق صنعت استخدام کے قبیل سے ہے......اس کا جواب یہ ہے کہ صنعت استخدام اس وقت ہوسکتی ہے جب کہ عیسیٰ ابن مریم کے دو معنی ہوں، جس کا دنیا میں کوئی قائل نہیں ہے اور اس کے باوصف اسے استخدام کی صنعت قرار دینا مرزائیوں کی جہالت پر بین دلیل ہے۔ اس لیے کہ:

صنعت استخدام کی تعریف یہ ہے کہ

ایک لفظ کے دو معنی ہوں اور لفظ بول کر اس کا ایک معنی مراد لیا جائے اور جب اس لفظ کی طرف ضمیر لوٹے تو دوسرے معنی مراد ہوں یا دو ضمیریں ہوں ایک ضمیر لوٹا کر ایک معنی اور دوسری ضمیر لوٹا کر دوسرا معنی مراد لیا جائے۔ (از تلخیص المفتاح صفحہ 71)

اذا نزل السماء بارض قوم
رعیناہ وان کانوا خضابا

سماء کا معنی بارش ہے اور دوسرا معنی جس کی طرف رعیناہ کی ضمیر لوٹتی ہے سبزہ ہے جو اس بارش سے اُگا۔

احمدی سوال...... 10

تھک ہار کر مرزائی ایک بہت دور کی کوڑی لائے کہ آیت بالا سے اثبات رفع اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ وما قتلوہ اور رفعہ دونوں کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک ہی کیفیت جسد مع الروح کی طرف راجع ہو۔ ہم اس کو نہیں مانتے بلکہ ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ رفعہ کی ضمیر کا مرجع صرف روح عیسوی ہے نہ کہ جسد اور اس کی نظیر قرآن کریم کی یہ آیت ہے ثم اماته فاقبرہ جس میں بالاتفاق پہلی ضمیر کا مرجع جسد مع الروح اور دوسری ضمیر کا مرجع صرف روح یا صرف جسد ہے۔

جواب......1

مرزائی اس خوش فہمی میں نہ رہیں کہ ہم نے یہ اعتراض کر کے کوئی بڑا تیر مار لیا ہے کیونکہ جس آیت سے مرزائیوں نے استدلال کیا ہے وہ آیت مبحوث عنہا کی نظیر ہرگز نہیں بن سکتی کیونکہ اماتہ کہنے کے بعد لامحالہ روح اور جسد میں انفصال ہو گیا تو اب اقبرہ کی ضمیر دونوں کی طرف راجع نہیں ہو سکتی ہے، ایک ہی کی طرف راجع ہو گی اور ہماری ذکر کردہ آیت وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ میں قتل کی نفی کے بعد رفع کا اثبات کیا جا رہا ہے۔ گویا کہ صراحتًا جسد و روح کے انفصال کی نفی کی جا رہی ہے۔ اس لیے یہاں جسد مع الروح ہی مرجع قرار دیا جا سکتا ہے کسی ایک کو لینا اور دوسرے کو چھوڑ نا درست نہ ہو گا۔

جواب......2

مندرجہ بالا آیت میں موت واقع ہونے کے بعد جبکہ جسد اور روح میں انفصال ہو گیا تو لامحالہ دوسری ضمیر کا مرجع یا صرف جسد ہو گا یا صرف روح۔ دونوں نہیں بن سکتے بخلاف متنازعہ فیہ آیت کے کہ اس میں قتل اور صلیب (یعنی موت کی نفی) کے بعد رفع کے ساتھ ضمیر آ رہی ہے تو لامحالہ یہاں رفع جسد مع الروح کا ہو گا نہ کہ فقط روح کا۔ لہٰذا اس آیت پر قیاس، قیاس مع الفارق کے قبیل سے ہے جو درست نہیں۔

جواب......3

یہ ہے کہ اماتہ فاقبرہ میں بھی دونوں جگہ مرجع جسد مع الروح ہی ہے اور اس میں انسان کے متعدد احوال ذکر ہو رہے ہیں جو انسان معہود فی الذھن ہے۔

یہاں رفع روحانی اس لیے بھی نہیں ہو سکتا کہ یہاں پر چار جگہ واحد مذکر غائب کی ضمیر آئی ہے جن میں تین ضمیروں کا مرجع بالاتفاق عیسٰی بن مریم جسد مع الروح ہے، ان ضمیروں کا مرجع نہ صرف جسد ہے اور نہ صرف روح ہے کیونکہ قتل اور صلیب کا فعل تب ہی واقع ہو سکتا ہے جب جسد اور روح اکٹھے ہوں تو لامحالہ یہاں پر رفع کی ضمیر کا مرجع بھی جسد مع الروح ہی ہو گا، نہ کہ فقط روح نیز یہاں پر کان اللہ عزیزاً حکیما کا جملہ اس بات کی قوی دلیل ہے کہ یہاں رفع جسمانی ہی ہے ورنہ رفع روحانی کے لیے ان صفات کے لانے کی ضرورت نہیں تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں زائد جملہ ہو جائے گا اور یہ ہو نہیں سکتا قرآن کا ہر جملہ معنی خیز ہے۔

احمدی اعتراض......11

ایک حدیث میں ہے اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ رواہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق...... جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ساتویں آسمان پر اٹھا لیتے ہیں۔ اس حدیث کو خرائطی نے اپنی کتاب مکارم الاخلاق میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (کنز العمال جلد 3 صفحہ 110 حدیث 5720 باب التواضع)

اس روایت کو مرزائی بہت خوش ہو کر بطور اعتراض پیش کیا کرتے ہیں کہ رفع کا مفعول جسمانی شے ہے اور الی السماء کی بھی تصریح ہے مگر باوجود اس کے رفع سے رفع جسمی مراد نہیں بلکہ رفع معنوی مراد ہے۔

جواب

یہاں مجاز کے لیے قرینہ عقلیہ قطعیہ موجود ہے کہ یہ اس زندہ کے حق میں ہے یعنی جو بندہ لوگوں کے سامنے زمین پر چلتا ہے اور تواضع کرتا ہے تو اس کا مرتبہ اور درجہ اللہ کے یہاں ساتویں آسمان کے برابر بلند اور اونچا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہاں رفع جسم مراد نہیں بلکہ رفع درجات مراد ہے۔ غرض یہ کہ رفع کے معنی بلندی رتبہ مجازاً بوجہ قرینہ عقلیہ لیے گئے اور اگر کسی کم عقل کی سمجھ میں یہ قرینہ عقلیہ نہ آئے تو اس کے لیے قرینہ لفظیہ بھی موجود ہے۔ وہ یہ کہ (کنز العمال جلد 3 صفحہ 110 حدیث 5721) میں روایت مذکورہ کے بعد ہی علی الاتصال یہ روایت مذکور ہے من یتواضع للہ درجۃ یرفعہ اللہ درجۃ حتی یجعلہ فی علیین یعنی جس درجہ کی تواضع کرے گا اسی کے مناسب اللہ اس کا درجہ بلند فرمائیں گے یہاں تک کہ جب وہ تواضع کے آخری درجہ پر پہنچ جائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو علیین میں جگہ دیں گے جو علو اور رفعت کا آخری مقام ہے۔ اس حدیث میں صراحۃً لفظ درجہ کا مذکور ہے اور قاعدہ مسلمہ ہے۔ الحدیث یفسر بعضہ بعضًا ایک حدیث دوسری حدیث کی تفسیر اور شرح کرتی ہے۔ غرض قرآن و حدیث میں جہاں کہیں رفع کو درجات کی بلندی میں استعمال کیا گیا وہاں کوئی نہ کوئی قرینہ صارفہ موجود ہے جو ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ یہ مجازی معنی میں اس وجہ سے استعمال ہو رہا ہے۔ فافہم۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کی دوسری دلیل

قال اللّٰہ عزوجل وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ط وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا. (نساء159)

''اور جتنے فرقے ہیں اہل کتاب کے سوعیسیٰ پر یقین لائیں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان پر گواہ۔''

فائدہ:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں آسمان پر، جب دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں تشریف لا کر اسے قتل کریں گے یہود اور نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے کہ بیشک عیسیٰ زندہ ہیں مرے نہ تھے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے حالات اور اعمال کو ظاہر کریں گے کہ یہود نے میری تکذیب اور مخالفت کی اور نصاریٰ نے مجھ کو خدا کا بیٹا کہا۔ (تفسیر عثمانی)

ربط

یہ آیت گذشتہ آیت ہی کے سلسلہ کی ہے گذشتہ آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا ذکر تھا، جس سے طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ اب رفع الی السماء کے بعد کیا ہوگا؟ اس آیت میں اس کا جواب مذکور ہے کہ وہ اس وقت تو آسمان پر زندہ ہیں مگر قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور اس وقت تمام اہل کتاب ان کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے اور چندروز دنیا میں رہ کر انتقال فرمائیں گے اور روضہ اقدس میں مدفون ہوں گے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے اور یہ بے بہبود جوان کے قتل کے مدعی ہیں ان کو اپنی آنکھوں سے زندہ دیکھ کر اپنی غلطی پر ذلیل اور نادم ہوں گے۔

بیان ربط بعنوان دیگر

گذشتہ آیات میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ یہود کے کفر اور عداوت کا ذکر تھا۔ اس آیت میں ان کے ایمان کا ذکر ہے کہ رفع الی السماء سے پہلے اگرچہ یہود حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت سے منکر تھے، مگر نزول من السماء کے بعد تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اور ان کی نبوت کی تصدیق کریں گے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ آئندہ زمانے میں کوئی شخص اہل کتاب میں سے باقی نہ رہے گا مگر عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے ان کی نبوت و رسالت پر ضرور بالضرور ایمان لے آئے گا۔ (لام تاکید و نون تاکید) رفع الی السماء سے پہلے تکذیب اور عداوت تھی نزول کے بعد تصدیق اور محبت ہوگی اور پھر اس سب کے بعد قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام ان کی تصدیق و تکذیب اور محبت اور عداوت کی شہادت دیں گے تاکہ شہادت کے بعد فیصلہ سنا دیا جائے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی زندہ ہیں قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے اور ان کی وفات سے پہلے تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے اس کے بعد ان کی وفات ہوگی۔

تفسیر آیت

اس آیت کی تفسیر میں صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم و علماء مفسرین کے دو قول ہیں۔

قول اوّل

مشہور اور جمہور کے نزدیک مقبول اور راجح یہ ہے کہ لَيُؤْمِنَنَّ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور بِہٖ اور قَبْلَ مَوْتِہٖ کی دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور معنی آیت کے یہ ہیں ''کہ نہیں رہے گا کوئی شخص اہل کتاب میں مگر البتہ ضرور ایمان لے آئے گا (زمانہ آئندہ یعنی زمانہ نزول میں) عیسیٰ علیہ السلام ان پر گواہ ہوں گے۔'' چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ اس آیت کا ترجمہ اس طرح فرماتے ہیں۔

''نباشد ہیچ کس از اہل کتاب الا البتہ ایمان آرد بعیسیٰ پیش از مردن و روز قیامت عیسیٰ گواہ باشد برایشاں۔'' (ف) مترجم می گوید یعنی یہودی کہ حاضر شوند، نزول عیسیٰ را البتہ ایمان آرند۔ انتہی۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس ترجمہ اور فائدہ تفسیریہ سے صاف ظاہر ہے کہ بِہٖ اور موتہٖ کی دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں جیسا کہ آیت کے سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ وَمَاقَتَلُوْهُ اور وَمَاصَلَبُوْهُ اور مَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا اور بَلْ رَّفَعَهُ تمام ضمائر مفعول حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام

ہی کی طرف راجع ہیں اور پھر آئندہ آیت وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا میں يَكُوْنُ کی ضمیریں بھی حضرت مسیح علیہ السلام ہی کی طرف راجع ہوں گی تاکہ سیاق اور سباق کے خلاف نہ ہو۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے باسناد صحیح منقول ہے کہ بِهٖ اور مَوْتِهٖ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔ دیکھئے فتح الباری صفحہ 357 جلد 6۔

اور قتادہ رحمۃ اللہ علیہ اور ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی منقول ہے کہ قَبْلَ مَوْتِهٖ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔
(تفسیر ابن جریر جلد 6 صفحہ 14)

تفسیر از روئے حدیث

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے جس کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہ اور موتہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں۔

عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول اللّٰهصلی الله عليه وسلم والذی نفسی بيده ليوشكن ان ينزل فيكم ابن مريم حكما عدلاً فيكسر الصليب و يقتل الخنزير و يضع الحرب و يفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خير اله من الدنيا وما فيها ثم يقول ابوهريرة رضی الله عنه واقر وا ان شئتم وان من اهل الكتٰب الا ليؤمنن به قبل موته و يوم القيمة يكون عليهم شهيدا.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے درآنحالیکہ وہ فیصلہ کرنے والے اور انصاف کرنے والے ہوں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور لڑائی کو ختم کردیں گے، مال کو بہادیں گے یہاں تک کہ مال کو قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا اور ایک سجدہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ اگر چاہو تو اس حدیث کی تصدیق کے لیے یہ آیت پڑھو وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ط وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ○

(بخاری شریف کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم صفحہ 490 جلد اول طبع مجتبائی مسلم شریف جلد اوّل صفحہ 299 تا صفحہ 301۔ طبع بجنور بفتح الملہم، باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔

وهذا مصير من ابی هريرة رضی الله عنه الی ان الضمير فی قوله به و موته يعود علی عيسٰی عليه السلام ای الا ليؤمنن بعيسی قبل موت عيسٰی. (فتح الباری جلد 6 صفحہ 357)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس طرح آیت کا پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ بہ اور موتہ کی ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں یعنی ہر شخص زمانہ آئندہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئے گا۔

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری میں فرماتے ہیں۔

وقد اختار كون الضمير لعيسی، ابن جرير و به قال جماعة من السلف وهو الظاهر لانه تقدم ذكر عيسیٰ و ذهب كثير من التابعين فمن بعدهم الی ان المراد قبل موت عيسی كما روی عن ابن عباس قبل هذا. (فتح الباری)

دونوں ضمیروں کا یعنی بہ اور موتہ کی ضمیروں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہونا اس کو امام ابن جریر اور سلف کی ایک جماعت نے راجح قرار دیا ہے اور قرآن کریم کا سیاق بھی اس کو مقتضی ہے کیونکہ گذشتہ کلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کا ذکر ہے اور تابعین اور تبع تابعین کثرت سے اسی طرف ہیں کہ آیت کی مراد یہ ہے کہ قبل موت عیسیٰ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے مرنے سے پہلے جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قول ثانی

آیت کی تفسیر میں دوسرا قول یہ ہے کہ بہ کی ضمیر تو عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے اور قَبْلَ مَوْتِهٖ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ

ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت اوران کی عبدیت پر ایمان لے آتا ہے جیسا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت وَاِنْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِھِمْ اسی معنی کی صریح مؤید ہے یعنی نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر وہ ضرور ایمان لے آئیں گے اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت ورسالت پر۔ یعنی اس بات پر کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ خدا اور خدا کے بیٹے نہیں تھے۔ مگر یہ ایمان چونکہ خروج روح کے وقت ہوتا ہے۔ اس لیے شرعاً معتبر نہیں اور نہ آخرت میں نجات کے لیے کافی ہے۔ اس قرأت میں بجائے ''قَبْلَ مَوْتِہٖ کے قَبْلَ مَوْتِھِمْ بصیغہ جمع آیا ہے جو صراحۃً اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قَبْلَ مَوْتِھِمْ کی ضمیر اہل کتاب کی طرف راجع ہے۔ لہٰذا اسی طرح دوسری قرأت میں بھی قَبْلَ مَوْتِہٖ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہونی چاہیے تاکہ دونوں قرأتیں متفق ہوجائیں۔ حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

ورجح جماعة هذا المذهب بقراءة ابی بن کعب رضی الله عنه الا لیومننّ بالضم به قبل موتهم ای اهل الکتب قال النووی معنی آلایة علی هذا لیس من اهل الکتب اذا یحضره الموت الا آمن عند المعانیة قبل خروج روحه بعیسی علیه السلام انه عبدالله ولکن لا ینفعه هذا الایمان فی تلک الحالة کما قال الله عزوجل ولیست التوبة للذین یعملون السیأت حتی اذا حضر احدهم الموت قال انی تبت الان. (فتح الباری جلد 6 صفحہ 357)

''علماء کی ایک جماعت نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت کی بنا پر اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہے اور اس قول کی بنا پر آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ ہر کتابی اپنی روح نکلنے سے پہلے اس بات پر ایمان لے آتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور رسول تھے۔ مگر ایسی حالت میں ایمان اس کو نافع اور مفید نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَلَیْسَتِ التَّوْبَۃُ الخ یعنی جب موت آجائے تو اس وقت توبہ مقبول نہیں۔''

ترجیح ارجح و تصحیح اصح

جمہور سلف اور خلف کے نزدیک آیت کی تفسیر میں راجح اور مختار قول اول ہے اور دوسرا قول ضعیف ہے۔ اس لیے کہ اس قول کا دارومدار ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت پر ہے اور یہ قرأت شاذ ہے۔ کسی صحیح یا حسن سند سے بھی ثابت نہیں۔ سند کے راوی ضعیف اور مجروح ہیں۔ تفسیر ابن جریر میں اس قرأت کی اسانید مذکور ہیں اور علیٰ ہذا اس باب میں جس قدر روایتیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں وہ بھی ضعیف ہیں امام جلیل وکبیر حافظ عمادالدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

واولیٰ هذه الاقوال بالصحة القول الاول وهو انه لا یبقی احد من اهل الکتاب بعد نزول عیسی علیه السلام الا امن به قبل موته ای قبل موت عیسیٰ علیه السلام ولاشک ان هذا الذی قاله ابن جریر هو الصحیح لانه مقصود من سیاق الایة وهذا القول هو الحق کما سنبیّنه با لدلیل القاطع ان شاء الله تعالیٰ وبه الثقة و علیه التکلان آه.

(تفسیر ابن کثیر صفحہ 233 جلد 3)

''حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحیح قول فقط یہی ہے کہ دونوں ضمیریں عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہیں اور آیت کی تفسیر اس طرح کی جائے گی کہ آئندہ ایک زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں تمام اہل کتاب عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد ایمان لے آئیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام بے شک رسول ہیں اور یہی ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار فرمایا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی صحیح اور درست ہے کیونکہ سیاق آیت سے عیسیٰ علیہ السلام ہی کا ذکر مقصود ہے اور یہی قول حق ہے جیسا کہ ہم اس کو دلیل قطعی سے ثابت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔''

اور دلیل قطعی سے وہ احادیث متواترہ مراد ہیں کہ جن میں صراحۃً یہ مروی ہے کہ قیامت کے قریب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور اس وقت کوئی شخص ایسا باقی نہ رہے گا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام پر عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے۔

(یاد رہے کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ قادیانیوں کے ہاں بھی مسلمہ مجدد ہیں)

تطبیق و توفیق

جاننا چاہیے کہ دو قرأتیں دو مستقل آیتوں کا حکم رکھتی ہیں۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت سے ہر کتابی کا اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی

نبوت پر ایمان لانا معلوم ہوتا ہے اور قرأت متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ آئندہ میں تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئیں گے۔ ان دونوں قرأتوں میں کوئی تعارض نہیں دونوں حق ہیں۔ ہر ایک قرأت بمنزلہ مستقل آیت کے ہے جو حجت ہے۔ ہر کتابی اپنے مرنے کے وقت بھی حضرت مسیح علیہ السلام کی نبوت پر ایمان لاتا ہے اور جب قیامت کے قریب حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے اس وقت بھی موجود ہر کتابی حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے حضرت مسیح علیہ السلام پر ضرور ایمان لے آئے گا۔ قرأت متواترہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور نزول اور اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے جو نزول کے بعد لائیں۔

اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت شاذہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول کا ذکر نہیں۔ نہ حیات کا ذکر ہے نہ وفات کا۔ فقط اہل کتاب کے اس ایمان کا ذکر ہے کہ جو اہل کتاب اپنی روح نکلتے وقت لاتے ہیں۔ غرض یہ کہ ہر قرأت میں ایک جدا واقعہ کا ذکر ہے جیسا کہ الٓمّٓ غُلِبَتِ الرُّوْمُ میں دو قرأتیں ہیں۔ ایک معروف اور ایک مجہول اور ہر قرأت میں علیحدہ علیحدہ واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ سے یہ قرأت شاذہ منقول ہے وہ سب کے سب بالاتفاق حضرت مسیح علیہ السلام کے بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھائے جانے اور قیامت کے قریب آسمان سے اترنے کے بھی قائل ہیں۔

چنانچہ تفسیر درمنثور میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہ اور محمد بن الحنفیہ سے مروی ہے کہ جو لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول سے پہلے مریں گے وہ اپنی موت کے وقت حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں اور جو اہل کتاب حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ نزول کو پائیں گے وہ تمام حضرت مسیح علیہ السلام پر حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔ لہٰذا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت نزول عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے مرنے والوں کے حق میں ہے اور قرأت متواترہ ان لوگوں کے حق میں ہے کہ جو نزول کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام کی موت سے پہلے ایمان لائیں گے۔

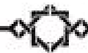
پھر یہ کہ اہل کتاب جو اپنے مرنے سے پہلے ایمان لاتے ہیں وہ بھی یہی ایمان لاتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام ابھی فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ صحیح وسالم آسمان پر اٹھا لیے گئے جیسا کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے۔

''اخرج عبد بن حمید و ابن المنذر عن شهر بن حوشب فی قوله تعالیٰ و ان من اهل الکتب الا لیؤمنن به قبل موته عن محمد بن علی بن ابی طالب وهو ابن الحنفیة قال قال لیس من اهل الکتب احد الا اتته الملئکة یضربون وجهه و دبره ثم یقال یا عدو الله ان عیسیٰ روح الله و کلمته کذبت علی الله و زعمت انه الله ان عیسی لم یمت و انه رفع الی السماء وهو نازل قبل ان تقوم الساعة فلا یبقی یهودی ولا نصرانی الا امن به.'' (تفسیر درمنثور جلد 2 صفحہ 341)

''عبد بن حمید اور ابن منذر نے بروایت شہر بن حوشب محمد (بن علی ابن الحنفیہ) سے آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ الخ کی تفسیر اس طرح روایت کی ہے کہ نہیں ہے کوئی اہل کتاب میں سے مگر آتے ہیں فرشتے اس کی موت کے وقت اور خوب مارتے ہیں اس کے چہرے اور سرین پر اور کہتے ہیں کہ اے اللہ کے دشمن! بے شک عیسیٰ اللہ کی خاص روح ہیں اس کا کلمہ ہیں۔ تو نے اللہ پر جھوٹ بولا اور گمان کیا کہ عیسیٰ، اللہ ہیں تحقیق عیسیٰ ابھی نہیں مرے اور تحقیق آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے اور وہ قیامت سے پہلے نازل ہوں گے پس اس وقت کوئی یہودی اور نصرانی باقی نہ رہے گا مگر حضرت مسیح علیہ السلام پر ضرور ایمان لائے گا۔''

عجب نہیں کہ جس طرح مشرکین کو مرنے کے وقت عقیدۂ فاسدہ پر توبیخ اور سرزنش کی جاتی ہے اسی طرح اہل کتاب کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط عقیدہ کی بنا پر توبیخ کی جاتی ہو۔ کما قال تعالیٰ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ۔ (نساء 97)

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب موت کا وقت ہوتا ہے تو حق اور باطل کا فرق واضح ہو جاتا ہے جب تک دین حق اور دین باطل کا امتیاز نہ ہو جائے اس وقت تک روح نہیں نکلتی۔ اسی طرح ہر کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت پر ایمان لے آتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس پر حق واضح ہو جاتا ہے۔



تفسیری شواهد

1...... حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ۔ 2...... فتح الباری۔
3...... ابن جریر طبری۔ 4...... ابن کثیر۔

5...... درمنثور کے حوالہ جات پہلے نقل ہو چکے۔مزید تفسیری حوالہ جات اس آیت کے ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

6......تفسیر کشاف میں زیرآیت ہذا جلد 1 صفحہ 589 پر حضرت علامہ زمخشری فرماتے ہیں۔''**وان منهم احد الا ليؤمنن بعيسیٰ قبل موت عيسى و هم اهل الكتاب ولذين يكونون فى زمان نزوله روى انه ينزل من السماء فى آخر الزمان فلا يبقى احد من اهل الكتاب الاليؤمنن به حتى تكون الملة واحدة وهى ملة الاسلام ويهلك الله فى زمانه المسيح الدجال.**'' ان (اہل کتاب) میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ ہوگا مگر وہ ضرور عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لائے گا۔ (اس سے وہ اہل کتاب مراد ہیں) جو عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں موجود ہوں گے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں آسمان سے نازل ہوں گے تو ایک بھی اہل کتاب سے ایسا باقی نہ بچے گا جو عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے۔اس وقت ایک ملت ہو جائے گی اور وہ ملت اسلام ہے عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو ہلاک کریں گے۔''

7...... اس کی تفسیر میں علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں۔آسمان پر جب دجال خارج ہوگا۔تب اس جہان میں تشریف لاکر اسے قتل کریں گے اور یہود و نصاریٰ (وغیرہم کفار) ان پر ایمان لائیں گے کہ بے شک عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں، مرے نہ تھے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے حالات اور اعمال کو ظاہر کریں گے یہود نے میری تکذیب اور مخالفت کی اور نصاریٰ نے مجھ کو خدا تعالیٰ کا بیٹا کہا۔(فوائد عثمانیہ صفحہ 133)

8...... حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ بطریق ابی رجاء رحمۃ اللہ علیہ یہ تفسیر نقل کرتے ہیں کہ

عن الحسن وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قبل موت عيسىٰ عليه السلام والله انه لحى الان عندالله تعالىٰ ولكن اذا نزل آمنوا به اجمعون الخ. (تفسیر ابن کثیر جلد 1 صفحہ 576)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ (بصری) نے وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ (الایہ) کی تفسیر یہ کی ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ان کی وفات سے پہلے ایمان نہ لائے بخدا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں اور جب نازل ہوں گے تو سبھی ہی ان پر ایمان لائیں گے۔

اور دوسرے طریق سے تفسیر یوں نقل کرتے ہیں کہ

ان رجلا قال للحسن رحمة الله عليه يا ابا سعيد قول الله عزوجل وان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته قال قبل موت عيسىٰ عليه السلام ان الله تعالىٰ رفع اليه عيسىٰ عليه السلام وهو باعثه قبل يوم القيمة مقاما يؤمن به البر والفاجر وكذا قال قتادة و عبدالرحمٰن بن زيد بن اسلم وغيره واحد وهذا القول هو الحق كما سنبينه بعده بالدليل القاطع ان شاء الله تعالىٰ الخ.

(تفسیر ابن کثیر جلد 1 صفحہ 576)

''ایک شخص نے حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ (بصری) سے دریافت کیا کہ اے ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ (یہ ان کی کنیت تھی) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کہ اہل کتاب میں سے کوئی بھی نہ رہے گا جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لائے گا، کیا معنیٰ ہے؟ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسی جگہ بھیجے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے پہلے تمام نیک و بد ان پر ایمان لائیں گے اور یہی تفسیر حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اور بے شمار مفسرین نے کی ہے اور یہی تفسیر حق ہے ہم آگے دلیل قاطع سے اسے بیان کریں گے انشاء اللہ العزیز۔''

اس کے بعد حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے نصوص قرآنیہ، احادیث متواترہ اور اجماع امت کے حوالہ سے اسے مبرہن کیا ہے۔قرآن کریم کے اس روشن بیان سے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات اور ان کی وفات سے قبل یہود و نصاریٰ وغیرہم کفار کا ان پر ایمان لانا ثابت ہے لاریب فیہ اور ان کی آمد و نزول سے پہلے ساری دنیا کفر ظلم و جور اور قتل و غارت اور بے حیائی سے بھری ہوئی ہوگی مگر ؎

نہ گھبرا کفر کی ظلمت سے تو اے نور کے طالب
وہی پیدا کرے گا دن بھی، کی ہے جس نے شب پیدا

کتب تفاسیر میں اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کی دو تفسیریں نقل کی گئی ہیں ایک یہ کہ بہٖ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے اور قبل موته

میں ضمیر کتابی یعنی یہود و نصاریٰ کے ہر ہر فرد کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہر یہودی اور نصرانی اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائے گا وہ یوں کہ نزع اور جان کنی کے وقت انھیں اپنے باطل عقیدے پر بخوبی اطلاع ہو جائے گی اور وہ مجبور ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لائیں گے اگر چہ کتب تفسیر میں یہ تفسیر بھی موجود و مذکور ہے مگر دلائل اور سیاق وسباق سے اس کی تائید نہیں ہوتی...... اول اس لیے کہ نزع کی حالت کا ایمان، ایمان نہیں اور نہ عنداللہ تعالیٰ اس کی قبولیت ہے، حالانکہ آیت کریمہ میں لام تاکید اول میں اور نون تاکید ثقیلہ آخر میں ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ضرور بالضرور ایمان لائیں گے اور اس ایمان سے ایسا ایمان مراد ہے جو عنداللہ ایمان ہو اور مقبول بھی ہو اور مرتے وقت یہودی اور نصرانی کا ایمان، ایمان ہی نہیں تو وہ اس لیؤ منن کا مصداق کیسے ہو سکتا ہے؟...... ثانیاً اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ یعنی ہر مکلّف سے وہ ایمان مطلوب ہے جو اس کی مرضی اور مشیت سے ہو اور نزع کے وقت جب فرشتے سامنے ہوں تو اس وقت کا ایمان مجبوری کا ایمان ہو گا جس کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں ہے...... ثالثاً اس لیے کہ قرآن کریم سے زیادہ فصاحت اور بلاغت والی کتاب دنیا میں موجود نہیں ہے اگر موته کی ضمیر کتابی کی طرف راجع ہو تو آگے ویوم القیمة یکون علیهم شهیدا میں یکون میں ھو ضمیر یقیناً حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے تو انتشار ضمائر لازم آئے گا کہ ایک ضمیر تو کتابی کی طرف راجع ہو اور دوسری ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف جو فصاحت و بلاغت کے خلاف ہے، اس لیے یہی بات راجح اور متعین ہے کہ قبل موته میں ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان سے نازل ہوں گے اور یہود و نصاریٰ کو جب اپنی غلطی کا اقرار و احساس ہو گا تو اپنے نزع سے پہلے ہی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لائیں گے اور وہ ایمان، ایمان ہو گا اور مقبول ہو گا۔

9...... علامہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

والظاهر ان الضميرين في به و موته عائدان على عيسىٰ عليه السلام وهو سياق الكلام والمعنى ان من اهل الكتاب الذين يكونون في زمان نزوله روى انه ينزل من السماء في آخر الزمان فلا يبقى احد من اهل الكتاب الا ليؤمنن به حتى تكون الملة واحدة وهي ملة الاسلام قاله ابن عباس رضي الله عنه والحسن رحمة الله عليه وابو مالك رحمة الله عليه اه. (البحر المحیط جلد 3 صفحہ 554-555 طبع بیروت)

''اور ظاہر یہی ہے کہ بہ اور موته میں دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہیں اور سیاق کلام بھی اسی کو چاہتا ہے اور معنی یہ ہے کہ جو اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کے وقت ہوں گے، ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ رہے گا جو ان پر ایمان نہ لائے اور احادیث میں مروی ہے کہ وہ آخر زمانہ میں نازل ہوں گے اور اہل کتاب میں سے کوئی بھی ان پر ایمان لائے بغیر نہیں رہے گا حتیٰ کہ اس وقت ایک ہی ملت باقی رہے گی اور وہ صرف ملت اسلام ہی ہو گی یہی بات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ (بصری) اور ابو مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہے۔''

علامہ موصوف کی تفسیر سے واضح ہو گیا کہ آیت کریمہ کا ظاہر اور سیاق وسباق اسی کو چاہتا ہے کہ بہ کی طرح قبل موته کی ضمیر بھی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔

10...... قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ (عبداللہ بن عمر بیضاوی المتوفی 648ھ) نے بھی یہ تفسیر نقل کی ہے۔

وقيل الضميران لعيسى عليه افضل الصلوٰة والسلام والمعنى انه اذا نزل من السماء آمن به اهل الملل كلها روى انه عليه الصلوة والسلام ينزل من السماء اه. (تفسیر بیضاوی جلد 1 صفحہ 255)

''اور یہ کہا گیا ہے (اور یہی صحیح اور راجح ہے) کہ دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ ان پر افضل صلوٰۃ وسلام ہوں، کی طرف راجع ہیں اور معنی یہ ہے کہ جب وہ آسمان سے نازل ہوں گے تو تمام ملتوں والے ان پر ایمان لائیں گے اور احادیث میں مروی ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوں گے۔''

قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس تفسیر کی جس میں دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہیں، اس کی وہ احادیث بھی تائید کرتی ہیں (جو متواتر ہیں) جن میں ان کے آسمان سے نازل ہونے اور تمام اہل ملل کے ان پر ایمان لانے کا واضح ذکر ہے

11...... اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ

والقول الصحيح الذى عليه الجمهور قبل موت المسيح اه.

(الجواب الصحیح جلد 1 صفحہ 341 وجلد 2 صفحہ 113)

''اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صحیح قول (اور تفسیر) وہی ہے جس پر جمہور اہل اسلام ہیں کہ موته میں ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف راجع ہے۔''

پہلی آیت کریمہ اور اس میں نقل کردہ تفاسیر کی طرح اس دوسری آیت کریمہ اور اس کی تفسیر میں نقل کردہ ٹھوس اور مضبوط حوالوں سے یہ بات بالکل عیاں ہوگئی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا رفع الی السماء ان کی حیات اور قیامت سے پہلے ان کا زمین پر نازل ہونا نصوص قطعیہ قرآنی آیات سے ثابت ہے جس کا انکار کافر ملحد اور زندیق کے سوا اور کوئی نہیں کرسکتا مگر باطل پرستوں پر براہین قاطعہ اور ادلہ ساطعہ کا کچھ اثر نہیں ہوتا وہ اپنی انا اور ضد پر قائم رہتے ہیں بھلا شیطان کی ہدایت کس کے بس میں ہے۔

بدلنا ہے تو مے بدلو یا طریق مے کشی بدلو
وگرنہ ساغر و مینا بدل جانے سے کیا ہوگا

قادیانی اعتراض......1

''اگر ہم فرض کے طور پر تسلیم کرلیں کہ آیت موصوفہ بالا کے یہی معنی ہیں۔ جیسا کہ سائل (اہل اسلام) نے سمجھا ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ زمانہ صعود مسیح سے اس زمانہ تک کہ مسیح نازل ہو۔ جس قدر اہل کتاب دنیا میں گزرے ہیں یا اب موجود ہیں یا آئندہ ہوں گے وہ سب مسیح پر ایمان لانے والے ہوں۔ حالانکہ یہ خیال بالبداہت باطل ہے ہر شخص خوب جانتا ہے کہ بے شمار اہل کتاب مسیح کی نبوت سے کافر رہ کر اب تک واصل جہنم ہو چکے ہیں۔''

(ازالہ اوہام صفحہ 367 خزائن جلد 3 صفحہ 288)

جواب......1

اس آیت میں ان اہل کتاب کا ذکر ہے جو نزول مسیح کے بعد ان پر ایمان لائیں گے چنانچہ الفاظ بہ اس پر دلیل ہیں۔ فقرہ لَیُؤْمِنَنَّ. ''مضارع موکد بہ نون ثقیلہ ہے جو مضارع میں تاکید مع خصوصیت زمانہ مستقبل کرتا ہے۔'' (مرزائی پاکٹ بک صفحہ 502 وصفحہ 426)

چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کو خود مرزائی مجدد صدی مانتے ہیں اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں۔

''ونباشد، ہیچ کس از اہل کتاب البتہ ایمان آورد بعیسی پیش از مردن عیسیٰ و روز قیامت باشد عیسیٰ گواہ برایشاں (حاشیہ میں اس کا حاصل مطلب یہ لکھتے ہیں) یعنی یہودی کہ حاضر شوند نزول عیسیٰ علیہ السلام را البتہ ایمان آرند''

2......''نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر البتہ ایمان لائے گا، ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر اس کے گواہ''

(فصل الخطاب مصنفہ نورالدین خلیفہ اوّل قادیان صفحہ 314 جلد 2)

3......وان من اهل الکتاب احد الا لیؤمنن بعیسی قبل موت عیسیٰ وهم اهل الکتاب الذین یکونون فی زمانه فتکون ملة واحدة وهی ملة الاسلام و بهذا جزم ابن عباس فیما رواه ابن جریر من طریق سعید بن جریر عنه باسناد صحیح (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد 5 صفحہ 518-519) ابن جریر جو نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے (حاشیہ چشمہ معرفت صفحہ 250 خزائن جلد 23 صفحہ 261) بلکہ ''رئیس المفسرین'' ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 168 خزائن جلد 5 صفحہ ایضاً)

''اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو قرآن کریم کے سمجھنے میں اوّل نمبر والوں میں ہیں اس بارے میں ان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا بھی ہے (ازالہ اوہام صفحہ 247 خزائن جلد 3 صفحہ 225) باسناد صحیح روایت لائے ہیں کہ آیت اِنْ مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ میں وہ اہل کتاب مراد ہیں جو اس زمانہ میں ہوں گے پس وہ ایک ہی مذہب اسلام پر آجائیں گے۔

4......اب سنیے مرزا قادیانی کا ترجمہ۔

''کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان نہیں لائے گا۔ دیکھو یہ بھی تو خالص استقبال ہی ہے کیونکہ آیت اپنے نزول کے بعد کے زمانہ کی خبر دیتی ہے بلکہ ان معنوں پر آیت کی دلالت صریحہ ہے۔''

(الحق دہلی صفحہ 22 خزائن جلد 4 صفحہ 32)

مرزا قادیانی نے آدھا ترجمہ صحیح کیا ہے آدھا غلط۔ بہر حال ان تراجم اربعہ سے یہ امر صاف اور واضح ہے کہ آیت کا مطلب بلکہ ''دلالت صریحہ'' یہی ہے کہ

آئندہ زمانہ میں اہل کتاب مسیح پر ایمان لائیں گے فہذا مرادنا۔

جواب......2

معترض کا پہلا اعتراض جہالت محضہ پر مبنی ہے۔ تمام اہل کتاب مراد نہیں ہوسکتے۔ اس آیت کا مضمون بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ مثلاً اس فقرہ کا کہ 3000 سے پہلے تمام مرزائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور رفع جسمانی پر ایمان لے آئیں گے۔ مطلب بالکل صاف ہے کہ 3000 کے بعد کوئی مرزائی حیات عیسیٰ علیہ السلام کا منکر نہیں پایا جائے گا۔ اس سے پہلے کے مرزائی بعض کفر کی حالت پر مریں گے اور بعض اسلام لے آئیں گے لیکن 3000 کے بعد مرزائی کا نام ونشان نہیں رہے گا۔

دوسری مثال

''مولانا فضل الرحمٰن دسمبر 2003ء کو لاہور تشریف لائیں گے۔ آپ کی تشریف آوری سے پیشتر تمام اہل لاہور اسٹیشن پر ان کے استقبال کے لیے حاضر ہو جائیں گے۔''

کون بے وقوف ہے جو اس کا مطلب یہ لے گا'' کہ تمام اہل لاہور سے مراد آج (10 فروری 2003ء) کے اہل لاہور مراد ہیں۔ ممکن ہے۔ بعض مر جائیں۔ بعض باہر سفر کو چلے جائیں۔ بعض باہر سے لاہور میں آجائیں۔ بعض ابھی پیدا ہوں گے۔

پس ثابت ہوا کہ کلام ہمیں خود مجبور کر رہی ہے کہ اہل الکتاب سے وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت موجود ہوں گے اور وہ بھی تمام کے تمام نہیں بلکہ جو موت اور قتل سے بچ جائیں گے وہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد کوئی اہل الکتاب نہیں رہے گا۔ سوائے اہل اسلام کے۔

قادیانی اعتراض...... 2

1......دوسری قرأت اس آیت میں بجائے قبل موتہ قبل موتھم موجود ہے۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 34 خزائن جلد 22 صفحہ 36)

2......ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت سے ثابت ہوا کہ موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف نہیں پھرتی بلکہ اہل الکتاب کی طرف راجع ہے۔''

(حمامۃ البشریٰ صفحہ 48 خزائن جلد 7 صفحہ 241)

جواب......1

قرآن پاک میں قبل موتہ مذکور ہے حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی یہ قرأت بوجہ شاذ ہونے کے متروک ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ودیگر صحابہ رضی اللہ عنہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی اس قسم کی قرأتوں کو نہیں مانتے تھے جیسا کہ (صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 644 و 748) میں ہے قال عمر ابی اقرء نا و انا لندع من لحن ابی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابی رضی اللہ عنہ بڑے قاری ہیں تو بھی ہم صحابہ رضی اللہ عنہ لوگ ان کی قرأتوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور یہی حق ہے۔ ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب ونور الدین قادیانی بغور ملاحظہ ہو۔ نیز قبل موتھم والی قرأت جو ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کذب محض ہے کیونکہ اس میں دو راوی مجروح ہیں۔ اوّل خصیف دوم عتاب ابن بشیر۔ تقریب صفحہ 142 میں خصیف کے متعلق مندرج ہے سَیِّئُ الْحِفْظِ خَلَطَ بِاٰخِرِہٖ رُمِیَ بِالْاَرْجَاءِ۔ (مرزا قادیانی کی طرح) خراب حافظہ والا۔ اس پر مرجیہ ہونے کا الزام دھرا گیا۔ میزان الاعتدال میں ہے ضَعَّفَہٗ اَحْمَدُ وَقَالَ اَبُوْحَاتِمٍ تَتَکَلَّمُ فِیْ سُوْءِ حِفْظِہٖ وقال احمد ایضًا تُکُلِّمَ فِی الْاَرْجَاءِ وقال عثمان بن عبد الرحمٰن رأیت علی خصیف ثیابا سودًا کَانَ عَلٰی بیت المال (میزان الاعتدال جلد 2 صفحہ 442 حرف الخاء) یعنی ضعیف الحدیث اور سیئ الحافظہ اور مرجیہ ہونے کے علاوہ چور بھی تھا۔ بیت المال سے اس نے چادر اڑا کر امیرانہ ٹھاٹھ بنانے کو مونڈھوں پر لٹکالی چہ خوش!

اب سنیے! دوسرے صاحب ''عتاب'' کا احوال، وہ بھی ضعیف ہیں چنانچہ میزان میں ہے۔ قال النسائی لیس ھذاک فی الحدیث وقال ابن المدینی کان اصحابنا یضعفونہ وقال علی ضربنا علی حدیثہ انتھی ملخصًا (میزان جلد 5 صفحہ 36 حرف العین) اس روایت کے جھوٹی اور بناوٹی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ ہم ارشاد الساری شرح صحیح بخاری سے بحوالہ روایت ابن جریر انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحیح السند روایت درج کر آئے ہیں جس میں

صاف الفاظ ہیں لیومنن بعیسی قبل موت عیسیٰ. پس موتھم والی روایت مردود ہے۔

2.....قرأت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ "ھقبل موتھم" شاذ ہے اور "قبل موتہ" قرأت متواترہ ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت شاذہ قرأت متواترہ کے تابع ہوگی۔ لابا العکس.

3.....یہ روایت ضعیف ہے اور اس کے ضعیف ٹھہرانے والا وہ بزرگ ہے جو مرزا قادیانی کے نزدیک نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے یعنی مفسر و محدث ابن جریر۔ (دیکھو چشمہ معرفت صفحہ 250 حاشیہ خزائن جلد 23 صفحہ 261)

نیز اسی مفسر ابن جریر کے متعلق مرزا قادیانی کے مسلمہ مجدد صدی نہم امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے۔ "**اجمع العلماء المعتبرون علی انه لم یؤلف فی التفسیر مثله** (اتقان جلد 2 صفحہ 325 النوع الثمانون فی طبقات المفسرین) معتبر علماء امت کا اجماع ہے۔ اس بات پر کہ امام ابن جریر کی تفسیر کی مثل کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔"

اس روایت کو ضعیف ٹھہرا کر مفسر ابن جریر نے صحیح سند سے روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب بھی یہی ہے کہ قبل موتہ سے مراد "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے" ہے۔ نہ کہ کتابی کی موت سے پہلے۔ دیکھو تفسیر ابن جریر۔

4.....خود مرزا قادیانی نے موتہ کی ضمیر کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہونا تسلیم کیا ہے۔

(دیکھو ازالہ اوہام صفحہ 372 خزائن جلد 3 صفحہ 291)

ہاں کلام اللہ کے الفاظ کو نعوذ باللہ ناکافی بتلا کر ایسے ایسے محذوفات نکالے ہیں کہ تحریف میں یہودیوں سے بھی گوئے سبقت لے گیا ہے۔ بہر حال ہمارا دعویٰ سچا رہا کہ ہٖ کی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔

5.....نور الدین خلیفہ اوّل مرزا قادیانی نے اپنی کتاب (فصل الخطاب حصہ دوم صفحہ 314) میں اسی آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔

"اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لائے گا ساتھ اس (حضرت مسیح کے) پہلے موت اس کی (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ"

فاس سے بھی ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ بے ثبوت ہے کیونکہ ہم نے اس کے خلاف اس کے اپنے مسلمات اور معتبر ائمہ تفسیر کے اقوال پیش کیے ہیں۔

6.....جمہور علماء اسلام ہمیشہ قبل موتہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر استدلال کرتے رہے ہیں۔ جیسا کہ سابق میں ہم بیان کر آئے ہیں۔

7.....بخاری شریف کی صحیح حدیث اس روایت کی تردید کر رہی ہے جیسا کہ پہلے ہم بیان کر آئے ہیں۔

8.....لَیُؤْمِنَنَّ میں لام قسم اور نون ثقیلہ موجود ہے جو ہمیشہ فعل کو آئندہ زمانہ سے خاص کر دیتے ہیں۔ پس معنی اس کے یہ ہوں گے۔ "البتہ ضرور ایمان لے آئے گا" اگر ہر کتابی کا اپنی موت سے پہلے ایمان مقصود ہوتا تو پھر عبارت یوں چاہیے تھی۔ مَنْ یُؤْمِنُ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ جس کے معنی قادیانیوں کے حسب منشا ٹھیک بیٹھتے ہیں۔ یعنی ہر ایک اہل کتاب ایمان لے آتا ہے اپنی موت سے پہلے۔ انشاء اللہ قیامت تک کسی معتبر کتاب سے اس طرح کے الفاظ نہ دکھا سکیں گے۔

9.....آیت کا آخری حصہ **ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا.** "اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان پر شہادت دیں گے۔" قادیانی بھی اس حصہ آیت کے معنی کرنے میں ہم سے متفق ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہود و نصاریٰ کے کس حال کی گواہی دیں گے۔ اگر آیت کے معنی قادیانی تفسیر کے مطابق کریں۔ یعنی یہ کہ "تمام اہل کتاب اپنی موت سے پہلے ایمان لے آتے ہیں۔" تو وہ ہمیں بتلائیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیسے شہادت دیں گے اور کیا دیں گے؟ ہاں اگر اسلامی تفسیر کے مطابق مطلب بیان کیا جائے یعنی "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں تمام یہود ایمان لے آئیں گے اور کوئی منکر باقی نہ رہے گا" تو پھر واقعی قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے ایمان لانے کی شہادت دے سکیں گے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے دن عرض کریں گے۔ **کُنْتُ عَلَیْهِمْ شهیدا مادمت فیهم.** جب تک میں ان میں موجود رہا میں ان پر نگہبان تھا۔

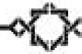
10.....قبل موتہ میں قبل کا لفظ بڑا ہی قابل غور ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لاتے۔ بعض کا خیال ہے (اور انھیں میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے) کہ اس ایمان سے مراد ایمان اضطراری ہے جو غرغرہ (نزع) کے وقت ہر ایک کتابی کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ اس لیے باطل ہے۔ اگر ایمان اضطراری مراد ہوتا تو اللہ تعالیٰ اپنی فصیح و بلیغ کلام میں قَبْلَ کی بجائے عند موتہ فرماتے۔ یعنی موت کے وقت ایمان لاتے ہیں اور وہ ایمان واقعی قابل

قبول نہیں ہوتا لیکن جس ایمان کا اللہ تعالی بیان فرمارہے ہیں۔وہ ایمان اہل کتاب کو اپنی موت سے پہلے حاصل ہونا ضروری ہے۔مگر وہ واقعات کے خلاف ہے۔لہٰذا یہی معنی صحیح ہوں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت تمام اہل کتاب ان پر ایمان لے آئیں گے۔

11......مرزا غلام احمد قادیانی کی مضحکہ خیز تفسیر سے بھی ہم اپنے ناظرین کو محظوظ کرنا چاہتے ہیں۔مرزا قادیانی لکھتے ہیں کہ

''کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر جو ہم نے (خدانے) اہل کتاب کے خیالات کی نسبت ظاہر کیے ہیں ایمان نہ رکھتا ہو۔قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے جو مسیح اپنی طبعی موت سے مرگیا۔یعنی تمام یہودی اور عیسائی اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ فی الحقیقت انھوں نے مسیح کو صلیب نہیں دیا یہ ہمارا ایک اعجازی بیان ہے۔'' (ازالہ صفحہ 372 خزائن جلد 3 صفحہ 291)

مجھے یقین ہے کہ ناظرین اوّل تو مرزا قادیانی کی پیچیدہ عبارت کا مطلب ہی نہ سمجھ سکیں گے اور اگر سمجھ جائیں تو سوچیں کہ یہ عبارت کلام اللہ کے کون سے الفاظ کا ترجمہ ہے؟



چیلنج

مرزا قادیانی اپنی کتاب پر صاف اقرار کرتے ہیں کہ......

''جس طرح روز اول سے اس (قرآن مجید) کا پودا دلوں میں جمایا گیا یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔''

(شہادۃ القرآن صفحہ 55 خزائن جلد 6 صفحہ 351)

نیز مرزا قادیانی پر لکھتے ہیں۔

''انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون...... خدا تعالیٰ نے اپنے کلام کی حفاظت ایسے ائمہ واکابر کے ذریعہ سے کی ہے جن کو ہر ایک صدی میں فہم قرآن عطا ہوتا ہے۔'' (ایام الصلح صفحہ 55 خزائن جلد 14 صفحہ 288)

ہمارا چیلنج یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی میں کچھ بھی صداقت کا شائبہ ہے تو وہ یا ان کی جماعت اس آیت کی یہ تفسیر جو اس نے ازالہ حوالہ بالا میں کی ہے یہ تفسیر حدیث سے یا 1400 سال کے مجددین امت وعلماء مفسرین کے اقوال سے پیش کریں۔ورنہ بمطابق ''من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوا مقعدہ من النار. (کنز العمال جلد 2 صفحہ 16 حدیث 2957۔جامع المسانید ج 3 صفحہ 294-295 حدیث 587-590) یعنی فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کسی نے اپنی رائے سے تفسیر کی۔اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالیا۔''

پس یا تو مرزائی جماعت مرزا قادیانی کے بیان کردہ معنی کسی سابق مجدد یا مفسر امت کی کتاب سے ثابت کرے یا مرزا قادیانی کا اور اپنا ملحد اور محرف ہونا تسلیم کرے۔

قادیانی اعتراض...... 3

''بعض لوگ کچھ شرمندہ سے ہو کر دبی زبان یہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ اہل کتاب سے مراد وہ لوگ ہیں جو مسیح کے دوبارہ آنے کے وقت دنیا میں موجود ہوں گے۔اور وہ سب مسیح کو دیکھتے ہی ایمان لے آئیں گے۔اور قبل اس کے جو مسیح فوت ہو وہ سب مومنوں کی فوج میں داخل ہو جائیں گے۔لیکن یہ خیال بھی ایسا باطل ہے کہ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں۔اول تو آیت موصوفہ بالا صاف طور پر فائدہ تعمیم کا دے رہی ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے۔کہ اہل کتاب کے لفظ سے تمام وہ اہل کتاب مراد ہیں جو مسیح کے وقت میں یا مسیح کے بعد برابر ہوتے رہیں گے اور آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں جو آیت کو کسی خاص محدود زمانہ سے متعلق اور وابستہ کرتا ہو۔''

(ازالہ اوہام صفحہ 368 خزائن جلد 3 صفحہ 289)

جواب

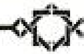
''مرزا قادیانی نے (گستاخی معاف) بہت دجل وفریب سے کام لیا ہے۔لکھتے ہیں۔''بعض لوگ دبی زبان سے کہتے ہیں۔کہ اہل کتاب سے وہ مراد ہیں۔جو مسیح کے دوبارہ آنے کے وقت دنیا میں موجود ہونگے۔''

اجی کیوں جھوٹ بولتے ہو۔جن کے پاس قرآن کی گواہی۔حدیث رسول اللہ کی شہادت۔صحابہ رضی اللہ عنہ کی تائید اور مجددین امت کا متفقہ فیصلہ ہو۔وہ بھلا

دبی زبان سے کہے گا۔ یہ محض آپ کی چالاکی ہے۔ جس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے سے پیشگوئی فرمائی ہوئی ہے۔ دجالون۔ کذابون۔ یعنی بہت سے فریب بنانے والے اور بہت جھوٹ بولنے والے ہوں گے۔ پھر مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔ ''کہ آیت تعیم کا فائدہ دے رہی ہے یعنی اہل کتاب کے لفظ سے مراد تمام وہ لوگ مراد ہیں جو حضرت مسیح کے وقت میں ان کے بعد برابر ہوتے رہے ہیں۔''

کیوں مرزا قادیانی! جناب نے تعیم کا لفظ استعمال کر کے پھر اہل کتاب کو ''حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت میں اور بعد میں'' کے ساتھ کیوں مقید ومحدود کر دیا؟ اگر آپ کے قول کے مطابق آیت تعیم کا فائدہ دے رہی ہے۔ یعنی سارے اہل کتاب اس سے مراد ہیں۔ تو پھر حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کے اہل کتاب کیوں شمار نہیں ہوں گے؟ جس دلیل سے آپ حضرت مسیح علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے کے اہل کتاب کو اس سے الگ کریں گے۔ اسی دلیل سے ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے پہلے کے یہودی ونصرانی کو الگ کر دیں گے۔

علاوہ ازیں بمطابق ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' خود مرزا قادیانی اگلے ہی فقرہ میں لکھتے ہیں۔ ''آیت میں ایک بھی ایسا لفظ نہیں۔ جو آیت کو کسی خاص زمانہ سے متعلق اور وابستہ کرتا ہو'' باوجود اس کے خود آیت کو ''حضرت مسیح علیہ السلام کو وقت اور ان کے بعد'' سے وابستہ کرر ہے ہیں۔ شاید مرزا قادیانی کے نزدیک زمانے صرف دو ہی ہوتے ہوں۔ (حال ومستقبل) زمانہ ماضی۔ مضی ماضی کا شکار ہو کر رہ گیا ہو؟ جب آیت کی زَدْ میں تمام اہل کتاب آتے ہیں تو حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کے یہودی کیوں اس میں شامل نہ کیے جائیں؟ مرزا قادیانی ان اہل کتاب کو اس کا مخاطب سمجھتے۔ جو جواب قادیانی اس سوال کا دیں گے۔ وہی جواب اہل اسلام ان کے اس اعتراض کا دیں گے۔ ناظرین حقیقت یہ ہے کہ قادیانی اعتراضات کلہم جہالت پر مبنی ہیں۔ اگر ان کو علم عربی اور ان کے اصولوں سے ذرا بھی واقفیت ہوتی۔ تو واللہ ان اعتراضات کا نام بھی نہ لیتے۔



قادیانی اعتراض...... 4

''یؤمن بہ کی ضمیر میں بھی اختلاف ہے کوئی عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرتا ہے کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی طرف۔''

(343 پاکٹ بک)

جواب

قرآن پاک میں تو مسیح کی طرف ہی ہے اس طرح ترجمہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ترجمہ نور دین اور روایت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور تحریر مرزا قادیانی مندرجہ الحق دہلی صفحہ 32 جو سب نقل کر آئے ہیں صاف شاہد ہیں کہ لیؤمنن عیسیٰ قبل موت عیسیٰ خود تم نے اسی صفحہ پاکٹ بک پر بہ کی ضمیر بطرف مسیح علیہ السلام پھیری ہے ''یہود کا ہر فرد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر ایمان لائے گا۔'' کہو کیا کہتے ہو؟

قادیانی اعتراض...... 5

''مگر افسوس کہ وہ (اہل اسلام) اپنے خود تراشیدہ معنوں سے قرآن میں اختلاف ڈالنا چاہتے ہیں۔ جس حالت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ جس کے یہ معنی ہیں کہ یہود اور نصاریٰ میں قیامت تک بغض اور دشمنی رہے گی تو اب بتلاؤ کہ جب تمام یہودی قیامت سے پہلے ہی حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لے آئیں گے تو پھر بغض اور دشمنی قیامت تک کون لوگ کریں گے۔''

(تحفہ گولڑویہ صفحہ 208 خزائن جلد 17 صفحہ 309)

جواب

عداوت یہود ونصاریٰ کے وجود تک ہے جب وہ سب اسلام لا کر مسلمان ہو جائیں گے۔ اس وقت سب عداوتیں مٹ جائیں گی۔ جلدی میں یہ نہ کہہ دینا کہ عداوت اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ہے اور اِلٰى کا لفظ چمٹ جانے کے معنی میں آتا ہے۔ الی کے معنی قریب ہوتے ہیں یعنی الی یوم القیامۃ سے مراد قرب لیوم القیامۃ ہے کیونکہ فنائے عالم کے بہت عرصہ کے بعد قیامت کا دن ہوگا جیسا کہ حدیثوں سے ثابت ہے۔ جب کوئی آدمی ہی نہ زندہ ہوگا تو دشمنی، کس میں ہوگی؟ پس لامحالہ الی کے معنی قرب کے کرنے ہوں گے۔

2......مرزا قادیانی کو نہ علم ظاہری نصیب ہوا اور نہ باطنی آنکھیں ہی نصیب ہوئیں۔ موافقت کا نام وہ اختلاف رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں اہل اسلام کی تفسیر ماننے سے قرآن میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ! مرزا قادیانی جیسے بے استاد اور بے پیر سمجھنے والے ہوں تو اختلاف اور تضاد ہی نظر آنا چاہیے باقی رہا ان کا یہ اعتراض کہ یہود اور نصاریٰ کے درمیان بغض اور عناد کا قیامت تک رہنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہود اور نصاریٰ دونوں مذاہب قیامت تک زندہ رہیں گے تو اس کا جواب بھی آنکھیں کھول کر پڑھیے۔

اوّل......تو یہ سمجھنا چاہیے کہ یہود و نصاریٰ سے مراد دو قومیں ہیں۔ اگر وہ مسلمان بھی ہو جائیں تو بھی ان کے درمیان بغض وعناد کا رہنا کون سا محال ہے۔ کیا اس وقت روئے زمین کے مسلمانوں میں بغض وعناد معدوم ہے؟ کیا تمام مرزائی بالخصوص لاہوری و قادیانی جماعتوں میں بغض وعناد نہیں ہے؟ ہے اور ضرور ہے۔ کیا اس صورت میں وہ اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتے دوسرے! الی یوم القیامة سے مراد یقیناً طوالت زمانہ ہے اور یہ محاورہ تمام اہل زبان استعمال کرتے ہیں۔ دیکھئے جب ہم یوں کہیں کہ قادیانی ہمارے دلائل کا جواب قیامت تک نہیں دے سکیں گے تو مراد اس سے ہمیشہ ہمیشہ ہے۔ یعنی جب تک مرزائی دنیا میں رہیں۔ اگر چہ وہ قیامت تک ہی کیوں نہ رہیں۔ ہمارے دلائل کا جواب نہیں دے سکیں گے اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرزائی لوگوں کے قیامت تک رہنے کی میں پیش گوئی کر رہا ہوں۔ یا جب یوں کہا جاتا ہے کہ زید تو قیامت تک اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا کون بیوقوف ہے جو اس کا مطلب یہ سمجھے گا کہ کہنے والے کا مطلب یہ ہے کہ زید قیامت تک زندہ رہے گا۔ مطلب صاف ہے کہ جب تک زید زندہ رہے گا وہ اس کا جواب نہیں دے سکتا۔ اسی طرح آیات پیش کردہ کا مطلب ہے۔ آیت اوّل یہ ہے۔ وَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اور مطلب اس کا بمطابق محاورہ یہی ہے کہ جب تک بھی یہود و نصاریٰ رہیں گے۔ ان کے درمیان باہمی عداوت اور دشمنی رہے گی۔

آیت ثانی یہ ہے۔ وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ. اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعدار قیامت تک ہمیشہ یہود پر غالب رہیں گے۔ اب غلبہ کئی قسم کا ہے۔ اس کی دو صورتیں بہت ہی اہم ہیں۔

اوّل...... یہود کا نصاریٰ ومسلمانوں کا غلام ہو کر رہنا۔ مگر اپنے مذہب پر برابر قائم رہنا۔ یہ صورت اب موجود ہے۔

دوم...... یہود کا نہ صرف مسلمانوں اور نصاریٰ کے ماتحت ہی رہنا بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت چھوڑ کر ان کا روحانی غلام بھی ہو جانا اور یہی حقیقی ماتحتی اور غلامی ہے۔ اس کا ظہور نزول مسیح کے وقت ہوگا یہی مطلب ہے تمام آیات کلام اللہ کا، جس کو مرزا قادیانی اور ان کی جماعت بڑے طمطراق سے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے پیش کیا کرتے ہیں۔ ہم اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں احادیث نبوی اور خود اقوالِ مرزا قادیانی سے شہادت پیش کرتے ہیں۔

حدیث نبوی يهلک الله فی زمانه (عیسیٰ) الملل كلها الا الاسلام.

(رواہ ابوداؤد باب خروج الدجال جلد 2 صفحہ 135۔ مسند احمد جلد 2 صفحہ 406 ابن جریر جزء 6 صفحہ 22۔ درمنثور جلد 2 صفحہ 242)

''ہلاک کر دے گا اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تمام مذاہب کو سوائے اسلام کے۔'' علامہ جلال الدین سیوطی کو قادیانی مجدد مانتے ہیں درمنثور ان کی تفسیر ہے انھوں نے اس روایت کو نقل کیا۔ مجدد کا قول جن کا منکر مرزا قادیانی کے نزدیک کافر و فاسق ہو جاتا ہے۔

(شہادت القرآن صفحہ 48 خزائن جلد 6 صفحہ 344)

اقوالِ مرزا......1

''اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح کے نزول کے وقت اسلام دنیا پر کثرت سے پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گے اور راستبازی ترقی کرے گی۔''

(ایام الصلح صفحہ 136 خزائن جلد 14 صفحہ 381)

2......''میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لیے یہ کہ اصل تقویٰ اور طہارت قائم ہو اور عیسائیوں کے لیے کسر صلیب اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آئے دنیا اس کو بھول جائے خدائے واحد کی عبادت ہو۔'' (الحکم 17 جولائی 1905ء جلد 9 ش 25 صفحہ 10 کالم 4)

3......''اور پھر اسی ضمن میں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) مسیح موعود کے آنے کی خبر دی اور فرمایا کہ اس کے ہاتھ سے عیسائی دین کا خاتمہ ہوگا۔''

(شہادت القرآن صفحہ 12 خزائن جلد 6 صفحہ 307)

4......وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا خدا تعالیٰ کی طرف سے صور پھونکا جائے گا۔ کے تحت مرزا نے لکھا ہے ''تب ہم تمام مذاہب کو ایک ہی مذہب پر جمع کر دیں گے۔''

(شہادت القرآن صفحہ 15 خزائن جلد 6 صفحہ 311)

5...... ’’وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنَاهُمْ جَمْعًا یعنی یاجوج ماجوج کے زمانہ میں بڑا تفرقہ اور پھوٹ لوگوں میں پڑ جائے گی اور ایک مذہب دوسرے مذہب پر اور ایک قوم دوسری قوم پر حملہ کرے گی۔ تب ان دنوں خدا تعالیٰ اس پھوٹ کے دور کرنے کے لیے آسمان سے بغیر انسانی ہاتھوں کے اور محض آسمانی نشانوں سے اپنے کسی مرسل کے ذریعہ جو صور یعنی قرنا کا حکم رکھتا ہوگا۔ اپنی پر ہیبت آواز لوگوں تک پہنچائے گا۔ جس میں ایک بڑی کشش ہوگی اور اس طرح پر خدا تعالیٰ تمام متفرق لوگوں کو ایک مذہب پر جمع کر دے گا۔‘‘ (چشمہ معرفت صفحہ 80 خزائن جلد 23 صفحہ 88)

6...... ’’خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمدیصلی اللہ علیہ وسلم کے آخیری حصہ میں ڈال دی جو قریب قیامت کا زمانہ ہے۔‘‘ (چشمہ معرفت صفحہ 82-83 خزائن جلد 23 صفحہ 90-91)

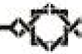
7...... ’’خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی سیدنا حضرت محمد مصطفیصلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں بھیجا۔ تا بذریعہ اس تعلیم قرآنی کے جو تمام عالم کی طبائع کے لیے مشترک ہے۔ دنیا کی تمام متفرق قوموں کو ایک قوم کی طرح بنا دے اور جیسا کہ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ ان میں بھی ایک وحدت پیدا کر لے اور تا وہ سب مل کر ایک وجود کی طرح اپنے خدا کو یاد کریں اور اس کی وحدانیت کی گواہی دیں اور تا پہلی وحدت قومی جو ابتدائے آفرینش میں ہوئی اور آخری وحدت اقوامی جس کی بنیاد آخری زمانہ میں ڈالی گئی...... یہ دونوں قسم کی وحدتیں خدائے وحدہٗ لاشریک کے وجود اور اس کی وحدانیت پر دوہری شہادت ہو کیونکہ وہ واحد ہے۔‘‘

(چشمہ معرفت صفحہ 82 خزائن جلد 23 صفحہ 90)

8...... ’’وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوۃ (مسیح موعود) کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے۔ اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے۔ ’’هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ‘‘. یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔‘‘

(چشمہ معرفت 38 خزائن جلد 23 صفحہ 91)

ناظرین ہم نے احادیث نبوی علےٰ صاحبھا الصلوۃ والسلام اور اقوال مرزا سے ثابت کر دیا ہے۔ کہ مسیح علیہ السلام کے وقت میں تمام مذاہب سوائے اسلام کے مٹ جائیں گے۔ اب اگر مرزائی وہی مرغی کی ایک ٹانگ کی رٹ ہی لگائے جائیں تو پھر مذکورہ بالا اقوال مرزا کو تو کم از کم فضول اور لایعنی کہنا پڑے گا۔ ایسا وہ کہہ نہیں سکتے کیونکہ مرزا قادیانی ان کے نزدیک حکم ہے۔ اور جری الله فی حُلَلِ الا نبیاء ہے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ ان کا یہ اعتراض بالکل جہالت پر مبنی ہے۔



قادیانی اعتراض...... 6

جب سب مومن ہو جائیں گے تو پھر غلبہ کن کافروں پر ہوگا؟

جواب...... 1

کافروں پر غلبہ اسی وقت تک ہے جب تک کافر موجود ہوں جب کافر ہی نہ رہیں گے سب مومن ہو جائیں گے۔ اس وقت سوال اٹھانا ہی دلیل جہالت ہے۔

قرآن میں بھی اور حدیث میں بھی سب کا مومن ہونا مرقوم ہے پھر ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس زمانے میں لَیْسَ بیْنِ اثنین عداوۃ.

(مشکوٰۃ صفحہ 481 باب لاتقوم الساعۃ)

پھر اس کے بعد جب کافر رہ جائیں گے اس وقت مومن ہی کوئی نہ ہوگا۔ لہذا وہاں بھی یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ غلبہ مومنوں کا تبھی تک موعود ہے جب تک مومن رہیں غرض الی یوم القیامۃ سے مراد قرب قیامت ہے۔

2...... ایمان اور عداوت میں باہمی منافات نہیں ہے۔ دونوں باہم جمع ہو سکتے ہیں۔ سمجھ میں نہ آئے تو قادیانیوں اور لاہوریوں کو دیکھ لیجئے کہ دونوں احمدی کہلاتے ہیں اور ایمان کا بھی دعویٰ ہے لیکن آپس میں کتنی منافرت اور عداوت ہے؟

اس حدیث نے صاف فیصلہ کر دیا کہ یہود و نصاریٰ کی عداوت، مومنوں کا کافروں پر غلبہ، جس کے لیے قرآن میں الی یوم القیامۃ وارد ہے اس کا مطلب قرب قیامت ہی ہے۔

حیات مسیح علیہ السلام کی تیسری دلیل

وَمَكَرُوْ وَمَكَر اللّٰهِ. وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ. (ال عمران آیت نمبر 54)

''اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے۔''

تفسیری شواهد...... 1

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

مکر کہتے ہیں لطیف وخفیہ تدبیر کو۔ اگر وہ اچھے مقصد کے لیے ہو، اچھا ہے اور برائی کے لیے ہو تو برا ہے اسی لیے وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ میں مکر کے ساتھ ''سی'' کی قید لگائی اور یہاں خدا کو ''خیر الماکرین'' کہا۔ مطلب یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور خفیہ تدبیریں شروع کر دیں۔ حتیٰ کہ بادشاہ کے کان بھر دیے کہ یہ شخص (معاذ اللہ) ملحد ہے۔ تورات کو بدلنا چاہتا ہے سب کو بددین بنا کر چھوڑے گا۔ اس نے مسیح علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔ اُدھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر حق تعالیٰ کی لطیف وخفیہ تدبیر ان کے توڑ میں اپنا کام کر رہی تھی بیشک خدا کی تدبیر سب سے بہتر اور مضبوط ہے جسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔ (تفسیر عثمانی)



1...... علامہ کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَر اللّٰهُ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توفی سے پورا پورا لینا اور آسمان پر اٹھایا جانا مراد ہو کیونکہ باجماع مفسرین، وَمَكَرُوْا سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل اور صلب کی تدبیریں مراد ہیں اور مَكَرَ اللّٰهُ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت کی تدبیر مراد ہے اور مَكَرَ اللّٰهُ کو مَكَرُوْا کے مقابلہ میں لانے سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہود کا مکر اور ان کی تدبیر تو نیست اور نا کام ہوئی اور اللہ سبحانہ کا مکر اور اس کی تدبیر غالب آئی۔ والله غالب علىٰ امره (یوسف 21) جیسے۔ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا o (الطارق 15-16) ''وہ بھی تدبیر کر رہے ہیں اور میں بھی تدبیر کر رہا ہوں اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَاشَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ o وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّ مَكَرْنَا مَكْرًا وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ o فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ o (النمل 49-51) ''قوم ثمود نے آپس میں کہا کہ قسمیں اٹھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالح علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو قتل کر ڈالیں اور بعد میں ان کے وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم اس موقعہ پر حاضر نہ تھے اور ہم سچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اس طرح انھوں نے صالح علیہ السلام کے قتل کے مشورے اور تدبیریں کیں اور اس نے بھی ان کے بچانے کی خفیہ تدبیر کی کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی وہ یہ کہ پہاڑ سے ایک بھاری پتھر لڑھک کر ان پر آ گرا جس سے دب کر سب مر گئے (کمافی الدر المنثور) دیکھ لیا کہ ان کے مکر کا کیا انجام ہوا؟ ہم نے اپنے مکر ان تدبیر سے سب کو غارت کر ڈالا۔ اسی طرح اس آیت میں مکروا کے بعد مکر اللّٰه مذکور ہے۔ جس سے حق جل شانہ کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہود نے جو قتل کی تدبیر کی وہ تو کارگر نہ ہوئی مگر ہم نے جو ان کی حفاظت کی نرالی اور انوکھی تدبیر کی وہی غالب ہو کر رہی۔ پس اگر روح اور جسم کا پورا پورا لینا مراد نہ لیا جائے بلکہ توفی سے موت مراد لی جائے تو یہ کوئی ایسی تدبیر نہیں جو یہود کی مغلوبی اور ناکامی کا سبب بن سکے بلکہ موت کی تدبیر تو یہود کی عین تمنا اور آرزو کے مطابق ہے۔ کفار مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تدبیر کی کما قال تعالیٰ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ o (الانفال 30) کفار مکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی تدبیریں کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی تدبیر کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر فرمانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مکہ کے منصوبوں سے آگاہ کیا اور صحیح سالم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرا دی۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا تھا وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ o یعنی یہود نے آپ کے قتل کی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کی تدبیر کی کہ دشمنوں کے ہاتھ سے صحیح و سالم نکال کر آسمان کی طرف ہجرت کرا دی۔ اب اس ہجرت کے بعد نزول اور تشریف آوری زمین کے فتح کرنے کے لیے ہوگی۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے کچھ عرصہ بعد مکہ فتح کرنے کے لیے تشریف لائے اور تمام اہل مکہ مشرف باسلام ہوئے۔ اسی طرح جب عیسیٰ علیہ السلام زمین کو فتح کرنے کے لیے نازل ہوں گے تو تمام اہل کتاب ایمان لے آئیں گے بر رفع الی السماء۔'' (تفسیر معارف القرآن کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ)

3۔ امام فخر الدین رازی احمدیوں کے مجدد صدی ششم، اپنی (تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 69-70) میں فرماتے ہیں وَاَمَّا مَکْرُھُمْ بِعِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ فَھُوَ اَنَّھُمْ ھَمُّوْا بِقَتْلِہٖ وَاَمَّا مَکْرُ اللّٰہِ بِھِمْ وَفِیْہِ وُجُوْہٌ...... مَکْرُ اللّٰہِ تَعَالٰی بِھِمْ اَنَّہٗ رَفَعَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ اِلَی السَّمَاءِ وَذٰلِکَ اَنَّ یَھُوْدَا مَلِکَ الْیَھُوْدِ اَرَادَ قَتْلَ عِیْسٰی وَکَانَ جِبْرَائِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا یُفَارِقُہٗ سَاعَۃً وَھُوَ مَعْنٰی قَوْلُہٗ تَعَالٰی وَاَیَّدْنَاہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ فَلَمَّا اَرَادُوْا ذٰلِکَ. اَمَرَہٗ جِبْرَائِیْلُ اَنْ یَدْخُلَ بَیْتًا فِیْہِ رَوْزَنَۃٌ فَلَمَّا دَخَلُوْا الْبَیْتَ اَخْرَجَہٗ جِبْرَائِیْلُ مِنْ تِلْکَ الرَّوْزَنَۃِ وَکَانَ قَدْ اَلْقٰی شِبْھَہٗ عَلٰی غَیْرِہٖ فَاُخِذَ وَصُلِبَ...... وَفِی الْجُمْلَۃِ فَالمرادُ مِنْ مَکْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی بِھِمْ اَنْ رَفَعَہٗ اِلَی السَّمَاءِ وَمَا مَکَّنَھُمْ مِنْ اِیْصَالِ الشَّرِّ اِلَیْہِ. ’’اور یہود کا مکر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ تھا کہ انھوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا اور اللہ تعالیٰ کا مکر یہود سے۔ سو اسکی کئی صورتیں ہوئیں...... ایک صورت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور یہ اس طرح ہوا کہ یہود کے ایک بادشاہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا اور جبرائیل علیہ السلام ایک گھڑی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جدا نہ ہوتا تھا اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا وَاَیَّدْنَاہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ یعنی ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جبرائیل سے مدد دی۔ پس جب یہود نے قتل کا ارادہ کیا تو جبرائیل علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک مکان میں داخل ہوجانے کے لیے فرمایا۔ اس مکان میں کھڑکی تھی۔ پس جب یہود اس مکان میں داخل ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کھڑکی سے نکال لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت ایک اور آدمی کے اوپر ڈال دی۔ پس وہی پکڑا گیا اور پھانسی پر لٹکایا گیا...... غرضیکہ یہود کے ساتھ اللہ کے مکر کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور یہود کو حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ شرارت کرنے سے روک لیا۔‘‘

4...... اب ہم امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر نقل کرتے ہیں۔ امام موصوف احمدی عقیدہ کے مطابق نویں صدی ہجری میں مجدد مبعوث ہوکر آئے تھے اور ان کا مرتبہ ایسا بلند تھا کہ جب انھیں ضرورت پڑتی تھی۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بالمشافہ زیارت کرکے حدیث دریافت کرلیا کرتے تھے۔

(ازالہ اوہام صفحہ 151-152 خزائن جلد 3 صفحہ 177)

فَلَمَّا اَحَسَّ (عَلِمَ) عِیْسٰی مِنْھُمُ الْکُفْرَ وَاَرَادُوْا قَتْلَہٗ وَمَکَرُوْا (اَیْ کُفَّارُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ بِعِیْسٰی اِذَا وَکَّلُوْبِہٖ مَنْ یَقْتُلُہٗ غِیْلَۃً) وَمَکَرَ اللّٰہُ (بِھِمْ بِاَنْ اَلْقٰی شِبْہَ عِیْسٰی عَلٰی مَنْ قَصَدَ قَتْلَہٗ فَقَتَلُوْہُ وَرُفِعَ عِیْسٰی) وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَo (اَعْلَمُھُمْ بِہٖ) جلالین صفحہ 52)

’’پس جب عیسیٰ علیہ السلام نے یہود کا کفر معلوم کرلیا اور یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کرلیا...... اور یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مکر کیا۔ جب انھوں نے مقرر کیا ایک آدمی کو کہ وہ قتل کرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دھوکا سے اور اللہ تعالیٰ نے یہود کے ساتھ مکر کیا اس طرح کہ ڈال دی شبیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس شخص پر جس نے ارادہ کیا تھا ان کے قتل کا۔ پس یہود نے قتل کیا اس شبیہ کو اور اٹھالیے گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ تمام تدبیریں کرنے والوں میں سے بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔‘‘

5...... اب ہم اس بزرگ کی تفسیر بیان کرتے ہیں جن کو احمدی و لاہوری مجدد صدی دوازدہم مانتے ہیں اور مرزا صاحب اپنی کتاب (کتاب البریہ صفحہ 74 خزائن جلد 13 صفحہ 92) میں لکھتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ صاحب کامل ولی اور صاحب خوارق وکرامات بزرگ تھے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تاویل الاحادیث میں فرماتے ہیں۔

کَانَ عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ کَاَنَّہٗ مَلَکٌ یَمْشِیْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ فَاتَّھَمَہُ الْیَھُوْدُ بِالزَّنْدَقَۃِ وَاَجْمَعُوْا عَلٰی قَتْلِہٖ فَمَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ. فَجَعَلَ لَہٗ ھَیْئَۃً مِثَالِیَۃً وَرَفَعَہٗ اِلَی السَّمَاءِ وَاَلْقٰی شِبْھَہٗ عَلٰی رَجُلٍ مِنْ شِیْعَتِہٖ اَوْ عَدُوِّہٖ فَقُتِلَ عَلٰی اَنَّہٗ عِیْسٰی ثُمَّ نَصَرَ اللّٰہُ شِیْعَتَہٗ عَلٰی عَدُوِّھِمْ فَاَصْبَحُوْا ظَاھِرِیْنَ.

’’اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو گویا ایک فرشتہ تھے کہ زمین پر چلتے تھے پھر یہودیوں نے ان پر زندیق ہونے کی تہمت لگائی اور قتل پر جمع ہوگئے۔ پس انھوں نے تدبیر کی اور خدا نے بھی تدبیر کی اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔ اللہ نے ان کے واسطے ایک صورت مثالیہ بنادی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا اور ان کے گروہ میں سے یا ان کے دشمن کے ایک آدمی کو ان کی صورت کا بنادیا پس وہ قتل کیا گیا اور یہودی اسی کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھتے تھے۔‘‘ (تاویل الاحادیث صفحہ 60)

6...... امام وقت شیخ الاسلام حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر۔

احمدی اور لاہوری بیک زبان چھٹی صدی کے سر پر تجدید دین کے لیے ان کا مبعوث ہونا مانتے ہیں۔''

(دیکھو عسل مصفیٰ حصہ اوّل صفحہ 163-165)

فَلَمَّا اَحَاطُوْا بِمَنْزِلِهٖ وَظَنُّوْا اَنَّهُمْ ظَفِرُوْا بِهٖ نَجَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی مِنْ بَيْنِهِمْ وَرَفَعَهُ مِنْ رَوْزَنَةِ ذَالِكَ الْبَيْتِ اِلَى السَّمَاءِ وَاَلْقَى اللّٰهُ شِبْهَهٗ عَلٰى رَجُلٍ مِمَّنْ كَانَ عِنْدَهٗ فِى الْمَنْزِلِ فَلَمَّا دَخَلُوْا اُولٰئِكَ اِعْتَقَدُوْهُ فِى ظُلْمَةِ اللَّيْلِ عِيْسٰى فَاَخَذُوْهُ وَ اهانوه صَلَبُوْهُ وَوَضَعُوْا عَلٰى رَاْسِهِ الشَّوْكَ وَكَانَ هٰذَا اَمْرُ اللّٰهِ بِهِمْ فَاِنَّهٗ نَجّٰى نَبِيَّهٗ وَرَفَعَهٗ مِنْ بَيْنِ اَظْهُرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِى ضَلَالِهِمْ يَعْمَهُوْنَ. (ابن کثیر جلد 1 صفحہ 364)

''جب یہود نے آپ کے مکان کو گھیر لیا اور گمان کیا کہ آپ پر غالب ہو گئے ہیں تو خدا تعالیٰ نے ان کے درمیان سے آپ کو نکال لیا اور اس مکان کی کھڑکی سے آسمان پر اٹھا لیا اور آپ کی شباہت اس پر ڈال دی جو اس مکان میں آپ کے پاس تھا۔ سو جب وہ اندر گئے تو اس کو رات کے اندھیرے میں عیسیٰ خیال کیا۔ پس اسے پکڑا اور سولی دیا اور سر پر کانٹے رکھے اور ان کے ساتھ خدا کا یہی مکر تھا کہ اپنے نبی کو بچا لیا اور اسے ان کے درمیان سے اوپر اٹھا لیا اور ان کو ان کی گمراہی میں حیران چھوڑ دیا۔''

6...... (تفسیر مظہری جلد 2 صفحہ 247) پر ہے۔

''کلبی بواسطہ ابو صالح حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ یہودیوں کی ایک جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے آئی آپ کو دیکھ کر کہنے لگے جادوگر، جادوگرنی کا بیٹا آ گیا۔ آپ پر بھی تہمت لگائی اور آپکی والدہ پر بھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر لعنت کی اور ان کو بد دعا دی فوراً اللہ تعالیٰ نے ان کی شکلیں مسخ کر دیں۔ یہودیوں کا سردار یہودا تھا۔ اس نے جو یہ بات دیکھی تو گھبرا گیا اور آپ کی بد دعا سے ڈر گیا آخر تمام یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مار ڈالنے پر متفق الرائے ہو گئے اور قتل کرنے کے ارادے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بڑھے لیکن اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیج دیا جبرائیل علیہ السلام نے آپ کو چھت کے روشندان سے نکالا پھر وہاں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر اٹھا لیا یہودا اندر گیا اس کی شکل عیسیٰ علیہ السلام جیسی بنا دی۔ لوگوں نے (یہودا) کو عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر قتل کر دیا۔''

8...... (معالم التنزیل جلد 1 صفحہ 162) پر تفسیر مظہری کی محولہ بالا روایت کو نقل کیا گیا ہے۔

9...... (تفسیر مواہب الرحمٰن جلد 3 صفحہ 199) پر ہے......

''مکروا، بنی اسرائیل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے واسطے ایسے شخص کو مقرر کیا جو ان کو فریب میں دھوکے سے قتل کر ڈالے۔ ومکر اللہ، اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت اس پر ڈال دی جس نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا قصد کیا تھا۔ پس کافروں نے اسی کو قتل کر ڈالا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے آسمان پر اٹھا لیا۔''

10...... (تفسیر ابی السعود جز 2 صفحہ 42) پر ہے۔ ''یہودیوں نے آپ کو دھوکہ سے قتل کرنے کے لیے آدمی مقرر کیا اور اللہ تعالیٰ نے تجویز فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا لیا۔ آگے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر مظہری و معالم التنزیل والی روایت نقل کی ہے۔''

11...... زمخشری نے (کشاف جلد 1 صفحہ 366) پر لکھا ہے کہ......

مکر اللّٰه ان رفع عیسیٰ الی السماء والقی شبه علی من اراد اغتیاله حتی قتل

''اللہ تعالیٰ نے یہ تجویز فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور ان کی شباہت اس آدمی پر ڈال کر قتل کرا دیا جو آپ کو دھوکہ سے قتل کرنا چاہتا تھا۔''

12...... تفسیر بغوی میں بھی یہی منقول ہے۔

13...... (تفسیر درمنثور جلد 2 صفحہ 36) پر ہے ''**وصعد بعیسیٰ الی السماء**'' عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا۔

14...... (تفسیر روح المعانی جلد 3 صفحہ 257) پر ہے **قال ابن عباس لما ارادا ملک بنی اسرائیل قتل عیسیٰ علیه السلام دخل خوفة وفیها سکوة فرفعه جبرائیل علیه السلام من السکوة الی السماء.**

''ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہودیوں کے بادشاہ نے عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو عیسیٰ علیہ السلام ایک کمرہ میں داخل ہوئے جس میں روشندان تھا۔ اس سے جبرائیل علیہ السلام آپ کو آسمانوں پر اٹھا کر لے گئے۔''

۱۵...... (تفسیر ابن جریر طبری جلد 3 صفحہ 289) پر ہے......

''**وصعد بعیسیٰ الی السماء**'' ''عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھا لیا گیا'' ہم نے اختصار کے ساتھ ان قدیم تفاسیر کے حوالہ جات آپ کے سامنے رکھے۔

چیلنج

ہمارا دعویٰ ہے کہ پوری امت کے تمام قدیم مفسرین نے اس آیت کے تحت میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کو ثابت کیا ہے۔ ایک مفسر کا بھی اس میں اختلاف نہیں۔ احمدی کرم فرما، کیا اس کے خلاف ثابت کر کے ہمارے چیلنج و دعویٰ کو غلط ثابت کر سکتے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں۔

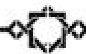


احمدی اعتراض...... 1

مفسرین نے مختلف اقوال پیش کیے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت جس پر ڈالی گئی وہ عیسیٰ علیہ السلام کا مخلص مرید تھا یا دشمن کافر؟ تو اختلاف ثابت ہو گیا۔

جواب

عیسیٰ علیہ السلام کی جس پر شبیہ ڈالی گئی۔ اس کا نام قرآن مجید نے ذکر نہیں کیا۔ نہ ہی قرآن مجید کا یہ موضوع ہے۔ وہ کون تھا؟ یہ تاریخ کا موضوع ہے۔ اس کے نام کا تعین کے لیے لامحالہ مسیحی قدیم روایات کو دیکھنا ہوگا چونکہ ان کی کتب میں اختلاف ہے۔ اس لیے مفسرین نے کمال دیانت کے ساتھ اس اختلاف کو بیان کر دیا۔ جہاں تک نفس واقعہ کا تعلق ہے وہ اتنا ہے کہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کے درپے قتل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قریب بھی یہود کو نہ پھٹکنے دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھالیا۔ پوری امت کے خیر القرون کے زمانہ سے اس وقت تک تمام مستند و قابل ذکر و قابل فخر مفسرین نے یہی اس آیت سے سمجھا ہے۔ ہم نے ان مفسرین کے بھی حوالے نقل کر دیے جنھیں احمدی اپنے اپنے دور کا مجدد مانتے ہیں۔ ان سب کا اتفاق ہے۔ وہ سب اس آیت کے نفس واقعہ پر متفق ہیں۔ کسی ایک کو اختلاف نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اٹھایا گیا۔ یہی مکر اللہ کی تفسیر ہے۔ ہم پھر اپنے چیلنج کو دھراتے ہیں کہ اس سے رفع روحانی، عیسیٰ علیہ السلام کو تازیانے مارنے، صلیب پر چڑھانے، کشمیر جانے کی احمدی خود تراشیدہ تحریف کو کسی ایک مفسر نے ذکر نہیں کیا۔ یہ خالصۃً تحریف اور احمدی دجل کا شاہکار ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں تمام قدیم مفسرین کا اجماع ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے اٹھالیا۔ کوئی احمدی ماں کا لال ہمارے چیلنج کو قیامت کی صبح تک نہیں توڑ سکتا۔ وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار.



احمدی اعتراض...... 2

یہود نے یہ مکر اور تدبیر قتل آپ کے حق میں کیوں کی؟

جواب

یہود نے آپ کے معجزات کو جادو قرار دے کر آپ کو جادوگر ٹھہرایا اور پھر قتل کا حکم لگایا۔ اور اس کی صورت صلیب پر کھینچنا تجویز کی۔ چنانچہ اوپر کی آیت میں معجزات کو جادو قرار دینا صاف مذکور ہے اور آیت مندرجہ عنوان کے قبل بھی ذکر معجزات اس امر پر دلالت کر رہا ہے اور فلمّا احسّ عیسٰے منهم الکفر کے یہی معنی ہیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے کفار یہود سے مکر قتل کا احساس کیا۔ اس جگہ کفر بمعنی قتل من باب تسمیه الشئی باسم سببه ہے یعنی کسی شے کے وہ نام بولنا جو اس کے سبب کا نام ہے''۔ چنانچہ مطول میں لکھا ہے: ۔رعینا الغیث ای البنات الذی سببه الغیث (مطول) چرائی ہم نے بارش یعنی نباتات جس کے اُگنے کا سبب بارش ہے۔''

اسی طرح آیت وما انزل الله من السمآء من رزق (جاثیہ 5) میں رزق بمعنی مطر'' یعنی بارش سبب ہے رزق کے پیدا ہونے کا'' اس طرح اس کے نظائر قرآن شریف میں بکثرت ہیں اور کتب بلاغت میں اس قاعدے کی تصریح موجود ہے۔ دیگر یہ کہ کفر کا احساس کے ساتھ ذکر کرنا بھی اس امر کا مؤید ہے کہ اس جگہ کفر سے مراد قتل ہے۔ کیونکہ احساس ایسے مواقع میں اس جگہ مستعمل ہوتا ہے۔ جہاں کوئی خوفناک امر ہو جیسے آیت فَلَمَّا احسّوا بَاْسَنَآ (انبیاء 12) اور نیز آیت اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ (آل عمران 152) ای تقتلونهم.

اس بیان سے واضح ہو گیا کہ فَلَمَّا اَحَسَّ عِیسٰے مِنْهُمُ الْکُفْرَ میں کفر بمعنی قتل ہے۔ پس مکر یہود کی صورت ارادہ قتل و صلب عیسیٰ علیہ السلام متعین ہو گئی۔



احمدی اعتراض سوال......3

کیا مفسرین کے اس قول کی تائید قرآن سے ہوسکتی ہے کہ مکر سے مراد قتل ہے؟

جواب......1

کیوں نہیں؟ بے شک مفسرین رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کی تائید میں کئی آیات ہیں۔

منها قوله تعالیٰ حا کیا عن اخوۃ یوسف اُقْتُلُوْا یُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا (یوسف 9)

''یوسف کو قتل کر ڈالو یا اسے کسی زمین میں پھینک دو۔''

اور اس تدبیر قتل کا نام مکر رکھا چنانچہ اسی (سورۂ یوسف 102) ہی میں وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ فرمایا اور نیز سورہ نمل میں صالح علیہ السلام کے بیان میں فرمایا:

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَاشَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصَادِقُوْنَ. (نمل 49) اور اس شہر میں نو شخص تھے جو زمین میں فساد کرتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے انھوں نے آپس میں کہا کہ خدا کی قسم کھاؤ کہ اس (صالح) کو اور اس کے اہل کو راتوں رات قتل کر ڈالیں گے پھر اس کے ولی کو کہیں گے کہ ہم تو اس کے قتل کے موقع و وقت پر حاضر نہ تھے اور ہم ضرور سچے ہیں۔''

یعنی نو مفسدوں نے آپس میں یہ منصوبہ باندھا اور اس پر قسمیں کھانے کو کہا کہ صالح علیہ السلام کو اور آپ کے اہل کو راتوں رات قتل کر ڈالیں۔ ان کی اس تدبیر شر کی نسبت اللہ تعالیٰ نے اس سے آگے فرمایا وَمَكَرُوْا مَكْرًا (نمل 50) یعنی انھوں نے بڑا بھاری مکر کیا یعنی پوشیدہ طور پر نبی اللہ صالح علیہ السلام کو قتل کرنے کی تدبیر کی اسی طرح حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کفار نے جو مشورہ کیا اس کی نسبت فرمایا۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (الانفال 30) اور جب کفار تدبیر کرتے تھے کہ تجھے قید کرلیں یا قتل کر ڈالیں یا جلاوطن کر دیں وہ بھی تدبیر کرتے تھے اور خدا بھی تدبیر کرتا تھا اور خدا بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔''

اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی نسبت کفار نے جو مشورہ کیا اس کی نسبت فرمایا۔ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖ اِلَّا اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْحَرِّقُوْهُ (عنکبوت 24) اور اس کی قوم سے کوئی جواب بن نہ آیا سوائے اس کے کہ انھوں نے کہا اسے قتل کر ڈالو یا آگ میں جلا دو۔''

اور ان کے منصوبہ کا نام کید رکھا۔ چنانچہ سورہ انبیاء میں فرمایا وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ (انبیاء 70) انھوں نے اس کی نسبت خفیہ تدبیر کی بس ہم نے انہی کو نہایت زیاں کار کر دیا۔''

اور مکر اور کید مترادف ہیں۔ چنانچہ مصباح میں ہے كَادَهٗ، مَكَرَبِهٖ.

2......ان تمام آیات میں کفار کے مکر و کید کی کئی شکلیں بیان ہوئیں۔ جن میں مکر کی ایک شکل قتل کا بھی بیان ہے۔ جہاں عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہود کے مکر کا تعلق ہے۔ تو وہ صرف قتل ہے۔ جیسا کہ انا قتلنا المسیح سے واضح ہے۔



احمدی اعتراض سوال......4

کفار ماکرین کے ساتھ سنت الٰہی کیا ہے اور ان کے مکر کا انجام کیا ہوا کرتا ہے؟

جواب

ماکرین کو ھلاک کرنا اور ان کے مکر کا وبال انہی پر نازل کرنا اور اپنے عباد مرسلین کو ان کے مکر سے بچا لینا۔

دلیل اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاطر وغیرہ میں فرمایا۔

والذین یمکرون السیئات لھم عذاب شدید و مکر اولئک ھو یبور (فاطر 10)

2...... ولا یحیق المکر السیئ الا باھله (فاطر 43)

3...... وھمت کل امة برسولھم لیأخذوه...... فاخذتھم فکیف کان عقاب (المومن 5)

4...... و اراد و به کیدًا فجعلنھم الاخسرین (انبیاء 70)

5...... فارادوا به كيدا فجعلنهم الاسفلين (صافات98)

6...... قد مكر الذين من قبلهم فاتى الله بنيانهم من القواعد فخر عليهم السقف من فوقهم واتاهم العذاب من حيث لا يشعرون (النحل26)

7...... وقد مكروا مكرهم و عند الله مكرهم وان كان مكرهم لتزول منه الجبال فلاتحسبن الله مخلف وعده رسله ان الله عزيز ذوانتقام (ابراہیم46)

8...... ولقد سبقت كلمتنا لعباد نالمرسلين انهم لهم المنصورون (صافات9)

9...... وكتب الله لا غلبن انا ورسلى ان الله قوى عزيز (مجادلہ21)

10...... كان فى المدينة تسعة رهط يفسدون فى الارض ولايصلحون قالوا تقاسموا بالله لنبيتنه واهله ثم لنقولن لوليه ماشهدنا مهلك اهله وانا لصادقون ومكرو مكرا ومكرنا مكرهم لا يشعرون فا نظر كيف كان عاقبة مكرهم انا دمرناهم وقومهم اجمعين فتلك بيوتهم خاوية بما ظلموا ان فى ذالك لاية لقوم يعلمون و انجينا الذين امنوا و كانوا يتقون.

(النمل48-53)

یعنی جولوگ بری تدبیریں اورمنصوبے باندھتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہوگا اوران کامکر وہی ہلاک ہوگا اور۔

2......اسی صورت میں کہ بری تدبیر کا وبال اس کے اہل ہی پر پڑا کرتا ہے اور

3...... نیز سورہ مومن میں فرمایا کہ ہرامت نے اپنے رسول کو ماخوذ کرنے پر کمر باندھی۔ پس میں نے انہی کو عذاب میں گرفتار کیا۔ پس میرا عذاب ان پر کیسا سخت ہوا۔

4......حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حق میں جو کہ مکر اور کید ان کی قوم نے کیا تھا اس کی بابت فرمایا کہ انھوں نے اس کے ساتھ ایک بھاری مکر کرنا چاہا: پس ہم نے انھیں کو سخت زیانکار اور سخت پست اور ذلیل کر دیا

5......فرمایا کہ کفار مکہ کے پیشتر بہت لوگوں نے مکر اور تدابیر کیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کی عمارات کو بنیادوں سے گرادیا اوران پر چھت ان کے اوپر سے گر پڑے اوران کو ایسی جگہ سے عذاب آیا۔ جہاں سے ان کو شعور بھی نہ تھا۔

6......سورہ ابراہیم میں بڑے زور اور تاکید سے فرمایا کہ کفار مکہ نے جہاں تک ان سے ہوسکا بہت سی تدبیریں کیں اور اللہ تعالیٰ کو ان کی سب تدبیریں معلوم ہیں۔ اگر چہ ان کی تدابیر اور مکر ایسے زبردست اور محکم ہوں کہ ان سے زوال جبال یعنی پہاڑوں کا گر جانا ممکن ہو سکے تو بھی ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی اپنے اس وعدے کا خلاف کرے گا۔

7...... جو اس نے اپنے رسولوں سے کیا ہوا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا غالب ہے اور اعداء سے بدلہ لینے والا ہے۔

8......اوراس وعدے کی نسبت سورہ صافات میں فرمایا کہ بیشک ہمارا اپنے عبادِمرسلین سے پہلے ہی سے وعدہ ہو چکا ہے کہ وہ ضرور ضرور منصور ہوں گے۔

9......سورہ مجادلہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ امر مقرر کر دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور ضرور غالب رہیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور بڑا غالب ہے۔

10 ......اور سورہ نمل میں حضرت صالح علیہ السلام کے ذکر میں فرمایا کہ اس شہر میں نو شخص مفسد اور غیر مصلح تھے انھوں نے آپس میں کہا کہ صالح علیہ السلام اور آپ کے ولی یعنی حامی و وارث کو کہیں گے کہ ہم تو اس کے اہل بیت کے مرنے کے موقع اور وقت پر حاضر ہی نہ تھے اور ہم ضرور سچے ہیں۔'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ انھوں نے بڑا بھاری مکر کیا تھا اور ہم نے بھی مکر (تدبیر محکم) کیا اور وہ ہماری تدبیر کا شعور نہ رکھتے تھے پس دیکھ ان کے مکر کا انجام کیا ہوا کہ ہم نے ان نو مفسدوں اور ان کے باقی حامی کاروں سب کو بالکل ہلاک کر دیا۔ پس یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب اجڑے پڑے ہیں۔ بیشک اس معاملہ میں علم والے یعنی سمجھ والے لوگوں کے لیے (رسولوں کی نصرت اوران کے دشمنوں کی ذلت کا) بڑا بھاری نشان ہے اور ہم نے مومنین اور متقین یعنی اتباع صالح علیہ السلام کو بچالیا۔ انتہیٰ۔

خلاصہ یہ کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں رسل اللہ کے برخلاف کفار کے مکر کا ذکر ہے۔ اس جگہ یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو ان کے مکر اور شر سے محفوظ رکھتا

ہے اور الثاماکرین ہی پر وبال وعذاب نازل کیا کرتا ہے سواسی طرح حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں بھی اسی طرح کی آیت آئی ہے جیسے حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت سید المرسلینﷺ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں وارد ہے۔ یہ کس قدر غلط اور لغو بات ہے کہ جو الفاظ دیگر رسولوں کے محفوظ رہنے پر دلالت کریں انہی الفاظ کے ہوتے حضرت کلمۃ اللہ وروح اللہ علیہ السلام اس قدر ذلت اور خواری سے صلیب پر کھینچے جائیں کہ آپ کی مبارک رانوں پر میخیں لگائی جائیں اور آپ کے پاک ہاتھوں میں کیلیں ٹھونکی جائیں اور آپ کے مقدس سر پر کانٹوں کی ٹوپی پہنائی جائے اور آپ کے خزانہ حکمت کی پسلی میں تیر مارا جائے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ۔ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جس امر کی تاکید کے لیے اللہ تعالیٰ اس قدر تاکید فرمادے اور باالالتزام بیان کرے۔ اسی امر کو برخلاف مراد الٰہی اپنا عقیدہ بنایا جائے؟

احمدی اعتراض......5

یہود نے قتل کا ارادہ کیا اللہ تعالیٰ نے آسمانوں پر اٹھالیا۔ تدبیر یہود کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے قدرت نمائی کی۔ یہ تدبیر نہ ہوئی۔

جواب

یہود نے اپنی طاقت کے مطابق تدبیر کی۔ اللہ تعالیٰ رب العزت نے اپنی قدرت وطاقت کے مطابق تدبیر کی۔ مخلوق اور خالق کی طاقت کا قدرت حق سے تقابل توہین باری تعالیٰ ہے۔

احمدی اعتراض......6

سیدنا مسیح علیہ السلام کی شکل دوسرے شخص پر ڈال دی۔ دوسرے شخص کی شکل ہو بہو مسیح کی شکل ہوگئی یہ کیسے ممکن ہے؟

جواب

قرآن مجید میں صراحت سے مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصاء (لکڑی) کو سانپ بنادیا۔ جس نے حرکت کی اور تمام جادوگروں کی اشیاء کو ہڑپ کر گیا۔ جو خداوند کریم بے جان لکڑی کی شکل بدل کر جاندار جانور بنانے پر قادر ہیں۔ اس ذات نے ایک انسان کی شکل دوسرے پر ڈال دی تو اس میں اشکال کیا ہے؟

احمدی اعتراض 7

اللہ تعالیٰ باقی انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین پر حفاظت کی وہ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمانوں پر کیوں لے گئے؟

جواب......1

ہر نبی کی اپنی خصوصیت تھی۔ حق تعالیٰ شانہ نے تمام انبیاء کو مختلف خصوصیات سے سرفراز فرمایا کسی کو کوئی خصوصیت دی۔ کسی کو کوئی۔ خصوصیت کی تعریف ہی یہ ہے۔ خاصة الشئ یو جد فیه ولا یو جدفی غیرہ۔ تمام انبیاء کو زمین سے زمین پر ہجرت کرائی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ ان کو آسمانوں پر ہجرت کرائی۔ باقی رہا کیوں؟ تو اس کا جواب اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہیے۔ لیکن جہاں تک نصوص کا تعلق ہے۔ تو سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو پانی سے پار کیا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی کردی۔ سیدنا آدم علیہ السلام کو آسمانوں سے زمین پر اتارا۔

1...... بہتے دریا سے راستہ کا بن جانا۔

2......جلتی آگ کا نہ جلانا۔ خود جل رہی ہے مگر ابراہیم علیہ السلام اس میں محفوظ ہیں۔

3......آدم علیہ السلام کا آسمانوں سے زمین پر آنا۔ اگر صحیح اور ممکن ہے تو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں پر جانا کیوں غلط اور نہ ممکن ہے؟

جواب......2

وانه لعلم للساعة سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی نشانی ہیں۔ ان کو قیامت تک ایسے ماحول میں رکھا جاسکتا ہے جو مرور زمانہ کے اثرات سے محفوظ ہو اور وہ آسمان ہی ہیں کہ مرور زمانہ کا اس ماحول کے باشندگان (ملئکة) پر کوئی اثر نہیں۔

جواب......3

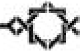
سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نفخہ جبرائیل سے پیدا ہوئے تو ان کی ملکوتی صفات کے ظہور کے لیے آسمانوں پر جانا عین تقاضہ تھا جسے حق تعالیٰ نے پورا فرمایا۔ اس لیے جائے اعتراض نہیں جائے تسلیم ہے۔ (خذو کن من الشاکرین)



سوال از روحِ مرزا

1......مرزا صاحب! آپ کی ساری تحریر کا مطلب تو یہ ہے کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی دے کر لعنتی ثابت کرنا چاہتے تھے اور یہی ان کا مکر تھا۔ اس کے مقابلہ پر خدا نے پھانسی پر جان نہ نکلنے دی اور کسی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ بچ جانے کا سوائے آپ کے پتہ بھی نہ لگ سکا اس بناء پر تو یہودی اپنی تدبیر میں خوب کامیاب ہو گئے یعنی نہ صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملعون ہی ثابت کر دیا بلکہ کروڑہا نصاریٰ سے عیسیٰ علیہ السلام کے ملعون ہونے کے عقیدہ کا اقرار بھی لے لیا۔ پس بتلایئے! کون اپنی تدبیر میں غالب رہا۔ یہود یا خدا احکم الحاکمین؟ آپ کے بیان کے مطابق تو یہود کا مکر ہی غالب رہا۔

2......سبحان اللہ! یہ بھی کوئی کمال ہے کہ یہودیوں نے جو کچھ چاہا حضرت مسیح علیہ السلام سے کر لیا خدا منع نہ کر سکا۔ اگر کیا تو یہ کہ عزرائیل کو حکم دے دیا کہ دیکھنا اس کی روح مت نکالنا پھر ساتھ ہی دعویٰ کرتا ہے کہ میں تمام تدبیریں کرنے والوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہوں۔ کیا اس احمدی تحریف کا قرآنی اسلوب متحمل ہے۔



حیات عیسیٰ علیہ السلام کی چوتھی دلیل

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَہِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُکُمْ فَاَحْکُمُ بَیْنَکُمْ فِیْمَا کُنْتُمْ فِیْہِ تَخْتَلِفُوْنَ o

(آل عمران آیت 54-55)

''جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کر دوں گا تجھ کو کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں۔ غالب ان لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کر دوں گا تم میں جس بات میں تم جھگڑتے ہو۔''

ترجمہ و تفسیر

یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے پکڑنے اور قتل کرنے کی خفیہ تدبیریں کیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت اور عصمت کی ایسی تدبیر فرمائی جو ان کے وہم و گمان سے بھی بالا اور برتر تھی۔ وہ یہ کہ ایک شخص کو عیسیٰ علیہ السلام کا ہم شکل بنا دیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور یہودی جب گھر میں داخل ہوئے تو اس ہم شکل کو پکڑ کر لے گئے اور عیسیٰ علیہ السلام سمجھ کر اس کو قتل کیا اور سولی پر چڑھا یا اور اللہ تعالیٰ سب سے بہتر تدبیر فرمانے والے ہیں۔ کوئی تدبیر اللہ کی تدبیر کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پریشانی دور کرنے کے لیے یہ فرمایا کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ نہیں، تحقیق میں تم کو تمہارے ان دشمنوں سے بلکہ اس جہاں ہی سے پورا پورا لے لوں گا۔ اور بجائے اس کے کہ یہ نا ہنجار تجھ کو پکڑ کر لے جائیں اور صلیب پر چڑھائیں میں تجھ کو اپنی پناہ میں لے لوں گا اور آسمان پر اٹھاؤں گا کہ جہاں کوئی پکڑنے والا پہنچ ہی نہ سکے اور تجھ کو ان ناپاک اور گندوں سے نکال کر پاک اور صاف مطہر اور معطر جگہ میں پہنچا دوں گا کہ تجھ کو کفر اور عداوت کا رائحہ بھی محسوس نہ ہو اور یہ نا ہنجار تجھ کو بے عزت کر کے تیرے اور تیرے دین کے اتباع سے لوگوں کو روکنا چاہتے ہیں۔ اور میں اس کے بالمقابل تیرے پیروؤں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب اور فائق رکھوں گا۔ تیرے خدام اور غلام ان پر حکمران ہوں گے اور یہ ان کے محکوم اور باج گزار ہوں گے۔ قیامت کے قریب تک یوں ہی سلسلہ رہے گا کہ نصاریٰ ہر جگہ یہود پر غالب اور حکمران رہیں گے اور اپنی ذلت و مسکنت کا اور حضرت مسیح بن مریم کے نام لیواؤں کی عزت و رفعت کا مشاہدہ کرتے رہیں گے اور اندر سے تلملاتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ جب قیامت قریب آ جائے گی اور دجال کو جیل خانہ سے چھوڑ دیا جائے گا تا کہ یہود بے بہود اپنی عزت اور حکومت قائم کرنے کے لیے اس کے ارد گرد جمع ہو جائیں تو یکایک عیسیٰ علیہ السلام بصد جاہ و جلال آسمان سے نازل ہوں گے اور دجال کو جو یہود کا بادشاہ بنا ہوا ہو گا اس کو تو خود اپنے دست مبارک سے قتل فرمائیں گے اور باقی یہود کا قتل و قتال اور اس جماعت کا بالکلیہ استیصال امام مہدی اور مسلمانوں کے سپرد ہو گا۔ دجال کے متبعین کو چن چن کر قتل کیا جائے گا۔ نزول سے پہلے یہود اگر چہ حضرت مسیح علیہ السلام کے غلام اور محکوم تھے مگر زندہ رہنے کی تو اجازت تھی مگر حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کے بعد زندہ رہنے کی بھی اجازت نہ رہے گی ایمان لے آ ویا اپنے وجود سے بھی دستبردار ہو جاؤ اور نصاریٰ کو حکم ہو گا کہ میری الوہیت اور ابنیت کے عقیدہ سے تائب ہو جاؤ اور مسلمانوں کی طرح مجھ کو اللہ کا بندہ اور رسول سمجھو اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ کو ختم کریں گے اور سوائے دین اسلام کے کوئی دین قبول نہ فرمائیں گے۔ الغرض نزول کے بعد اس طرح تمام اختلافات کا فیصلہ فرمائیں گے جیسا کہ آئندہ آیت میں اس طرف اشارہ فرماتے ہیں پھر تم سب کا میری طرف لوٹنا ہے پس اس وقت میں تمہارے اختلافات کا فیصلہ کروں گا۔ وہ فیصلہ یہ ہو گا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے یہود کا یہ زعم باطل ہو جائے گا کہ ہم نے حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل کر دیا۔ کما قال اللہ تعالیٰ وَ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ. اور نصاریٰ کا یہ زعم باطل ہو گا کہ وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں اور حیات مسیح علیہ السلام کے مسئلہ کا فیصلہ ہو جائے گا اور روز روشن کی طرح تمام عالم پر یہ واضح ہو جائے گا کہ عیسیٰ علیہ السلام اسی جسد عنصری کے ساتھ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اور اسی جسم کے ساتھ آسمان سے اترے ہیں۔

لفظ توفی کی تحقیق قبل اس کے کہ ہم ان آیات کی مفصل تفسیر کریں لفظ توفی کی تحقیق ضروری سمجھتے ہیں۔

توفی وفا سے مشتق ہے۔ جس کے معنی پورا کرنے کے ہیں یہ مادہ خواہ کسی شکل اور کسی ہیئت میں ظاہر ہو مگر کمال اور تمام کے معنی کو ضرور لیے ہوئے ہو گا۔

کما قال تعالیٰ اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ (بقرہ 40) تم میرے عہد کو پورا کرو میں تمہارے عہد کو پورا کروں گا۔

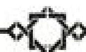
وَ اَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ (اسراء 35) ماپ کو پورا کرو جب تم تولا کرو

مَايُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ (دھر 7) اپنی نذروں کو پورا کرتے ہیں

وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (آل عمران 185) جزایں نیست کہ تم پورا پورا اجر قیامت کے دن دیے جاؤ گے۔

یعنی کچھ تھوڑا بہت اجر تو دنیا میں بھی مل جائے گا مگر پورا پورا اجر قیامت کے دن ہی ملے گا۔

اور لفظ توفی جو اسی مادہ یعنی وفا سے مشتق ہے اس کے اصلی اور حقیقی معنی اخذ الشئی وافیا کے ہیں یعنی کسی چیز کو پورا پورا لے لینا کہ باقی کچھ نہ رہے، قرآن اور حدیث اور کلام عرب میں جس جگہ بھی یہ لفظ مستعمل ہوا ہے سب جگہ توفی سے استیفاء اور اکمال اور اتمام ہی کے معنی مراد لیے گئے ہیں۔توفی سے اگر کسی جگہ موت کے معنی مراد لیے گئے ہیں تو وہ کنایۃً اور لزوماً مراد لیے گئے ہیں۔اس لیے کہ استیفا عمر اور اتمام عمر کے لیے موت لازم ہے۔توفی عین موت نہیں بلکہ موت تو توفی بمعنی اکمال عمر اور اتمام زندگی کا ایک ثمرہ اور نتیجہ ہے۔



توفی کا لغوی معنی

(لسان العرب صفحہ 359 جلد 15) میں ہے:۔تُوفی المیت استیفاء مدة التی و فیئت له و عدد ایامه و شهورهِ و عَوامه فی الدنیا.

یعنی میت کے توفی کے معنی یہ ہیں کہ اس کی مدت حیات کو پورا کرنا اور اس کی دنیاوی زندگی کے دنوں اور مہینوں اور سالوں کو پورا کر دینا۔مثلاً کہا جاتا ہے، فلاں بزرگ کا وصال یا انتقال ہوگا۔وصال کے اصل معنی ملنے کے ہیں اور انتقال کے اصل معنی ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہو جانے کے ہیں۔بزرگوں کی موت کو موت کے لفظ سے تعبیر کرنا عرف میں خلاف ادب سمجھا جاتا ہے اس لیے بجائے موت کے لفظ وصال اور انتقال مستعمل ہوتا ہے۔یعنی اپنے رب سے جا ملے اور دار فانی سے دار جاودانی کی طرف انتقال فرمایا اور کبھی اس طرح کہتے ہیں کہ فلاں بزرگ رحلت فرمائے عالم آخرت ہوئے۔یا یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس عالم سے رخصت ہوا یا فلاں شخص گزر گیا۔تو کیا اس استعمال سے کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ وصال اور انتقال اور رحلت اور رخصت وغیرہ ان الفاظ کے حقیقی اور اصلی معنی موت کے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو اور ہیں۔تشریف اور تکریم کی غرض کہ بزرگوں کی موت کو وصال اور انتقال کے لفظ سے تعبیر کر دیا گیا۔اسی طرح توفی کے لفظ کو سمجھیے کہ اصلی اور حقیقی معنی تو استیفاء اور اکمال کے ہیں۔مگر بعض مرتبہ بغرض تشریف وتکریم کسی کی موت کو توفی کے لفظ سے کنایۃً تعبیر کر دیا جاتا ہے جس سے قادیان اور چناب نگر کے احمق اور نادان یہ سمجھ گئے کہ توفی کے حقیقی معنی ہی موت کے ہیں۔

2......علامہ زمخشری (اساس البلاغۃ صفحہ 304 جلد 2) میں تصریح فرماتے ہیں کہ توفی کے حقیقی اور اصلی معنی استیفاء اور استکمال کے ہیں اور موت کے معنی مجازی ہیں:۔

وفی بالعهد واو فی به وهو وفا من قوم وهم اوفیاء و اوفاه واستو فاه تو فاه استکمله ومن المجاز توفی و توفاه الله ادرکة الوفاة.اه

3......علامہ زبیدی (تاج العروس شرح قاموس جلد 20 صفحہ 301) مادہ وفی پر فرماتے ہیں:۔

وفی الشئی وفیاً ای تم و کثر فهو و فی وواف بمعنی واحد وکل شی بلغ تمام الکمال فقد وفیٰ و تم و منه او فی فلانا حقه اذا عطاه وافیا واو فاه فاستوفیٰ وتوفاه ای لم یدع منه شنا فهما مطا وعان لاوفاه و وافاه و من المجاز ادرکته الوفاة ای والموت والمنیة و توفی فلان اذا مات وتو فاه الله عزو جل اذا قبض نفسه آه.

توفی کا حقیقی معنی موت نہیں

اب ہم چند آیتیں ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جس سے صاف طور پر یہ معلوم ہو جائے گا کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی موت کے علاوہ کوئی اور شے ہے:۔

آیت اوّل

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى (الزمر 42)

"یعنی اللہ تعالیٰ قبض کرتا ہے روحوں کو جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مرے ان کو قبض کرتا ہے وقت نیند کے پس روک لیتا ہے ان کو جن پر موت مقدر کی

ہے اور واپس بھیج دیتا ہے دوسروں کو وقت مقرر تک۔''

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ توفی بمعنی موت کا نام نہیں بلکہ توفی موت کے علاوہ کوئی اور شے ہے کہ جو کبھی موت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اور کبھی نیند کے ساتھ۔یعنی تمہاری جانیں خدا کے قبضہ اور تصرف میں ہیں۔ ہر روز سوتے وقت تمہاری جانیں کھینچتا ہے اور پھر واپس کر دیتا ہے۔مرنے تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور جب موت کا وقت ہوتا ہے تو پھر جان کھینچنے کے بعد واپس نہیں کی جاتی۔خلاصہ یہ کہ آیت ہذا میں توفی کی موت اور نیند کی طرف تقسیم اس امر کی صریح دلیل ہے کہ توفی اور موت الگ الگ چیزیں ہیں اور حِيْنَ مَوْتِهَا کی قید سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ توفی موت کے وقت ہوتی ہے عین موت نہیں ورنہ خود شے کا اپنے لیے ظرف ہونا لازم آتا ہے۔لسان العرب سے ہم ابھی نقل کر چکے ہیں کہ توفی کے معنی استیفاء اور استکمال یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں۔

4......صاحب لسان (جلد 15 صفحہ 359-360 طبع بیروت) توفی کی حقیقت بیان کر دینے کے بعد آیت موصوفہ کی تفسیر فرماتے ہیں:۔

ومن ذلک قوله عزوجل اللّٰہ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا ای ستوفی مدد آجالھم فی الدنیا واما توفی النائم فھو استیفاء وقت عقله وتمیزہ الی ان نام یعنی مرنے کے وقت جان اور روح پوری پوری لے لی جاتی ہے اور نیند کے وقت عقل اور ادراک اور ہوش اور تمیز کو پورا پورا لے لیا جاتا ہے۔''

حاصل یہ کہ توفی کے معنی تو وہی استیفاء اور اخذ الشئی وافیا یعنی شے کو پورا پورا لینے ہی کے رہے۔توفی میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں صرف توفی کے متعلق میں تبدیلی ہوئی۔ایک جگہ توفی کا متعلق موت ہے اور دوسری جگہ نوم (نیند)

آیت دوم

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفّٰكُمْ بِاللَّيْلِ (انعام 60) وہی ہے کہ جو تم کو رات میں پورا پورا کھینچ لیتا ہے۔

اس مقام پر بھی توفی موت کے معنی میں مستعمل نہیں ہوا بلکہ نیند کے موقع پر توفی کا استعمال کیا گیا۔حالانکہ نوم میں قبض روح پورا نہیں ہوتا۔

آیت سوم

حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ (النساء 15) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں۔تا آں کہ عمر ایشان را تمام کند مرگ'' یعنی یہاں تک کہ موت ان کی عمر تمام کر دے۔''

اس آیت میں توفی کے معنی اتمام عمر اور اکمال عمر کے لیے گئے ہیں۔علاوہ ازیں قرآن کریم میں جابجا موت کے مقابلہ میں حیات کو ذکر فرمایا ہے۔توفی کو حیات کے مقابل ذکر نہیں فرمایا جس سے صاف ظاہر ہے کہ توفی کی حقیقت موت نہیں۔



موت و حیات کا تقابل

ورنہ اگر توفی کی حقیقت موت ہوتی تو جس طرح جابجا موت کے مقابل حیات کا ذکر کیا جاتا ہے اسی طرح توفی کے مقابل بھی حیات کا ذکر کیا جاتا۔چند آیات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں جن میں حق تعالیٰ نے حیات کو موت کے مقابل ذکر فرمایا ہے توفی کے مقابل ذکر نہیں فرمایا۔قال تعالیٰ

1...... يُحْيِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا. (الروم 19)

2...... كِفَاتًا أَحْيَآءً وَأَمْوَاتًا. (مرسلات 26)

3...... يُحْيِيكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ (بقرہ 28)

4...... هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيٰى (النجم 44)

5...... يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (یونس 31)

6...... أَمْوَاتٌ غَيْرُ أَحْيَآءٍ (النحل 21)

7...... وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوْتُ (فرقان 58)

8...... لَا يَمُوْتُ فِيهَا وَلَا يَحْيٰى (طٰہٰ 74)

9..... كَذٰلِكَ يُحْيِي اللّٰهُ الْمَوْتٰى (البقرہ73)

10..... يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔(التوبہ117)

ان آیات اور آئمہ لغت کی تصریحات سے یہ بات بخوبی منکشف ہوگئی کہ توفی کی حقیقت موت نہیں بلکہ توفی ایک جنس کا درجہ ہے۔جس کے تحت میں کئی فرد مندرج ہیں۔جیسے حیوان ایک جنس ہے اور انسان اور فرس اور بقر وغیرہ اس کے افراد ہیں۔حیوانیت کبھی انسانیت میں ہوکر پائی جاتی ہے اور کبھی فرس کے ساتھ وغیرذلک۔



5..... چنانچہ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

لفظ التوفی فی لغة العرب معناه الاستيفاء والقبض وذلک ثلاثة انواع احدها توفی النوم، والثانی توفی الموت والثالث توفی الروح والبدن جميعًا اه. الجواب الصحيح. جلد2 صفحه 283

''لغت عرب میں توفی کے معنی استیفاء پورا پورا لینے کے ہیں اور توفی کی تین قسمیں ہیں ایک توفی نوم یعنی نیند اور خواب کی توفی اور دوسری توفی موت کے وقت روح کو پورا پورا قبض کر لینا۔تیسری توفی الروح والجسد۔یعنی روح اور جسم کو پورا پورا لینا۔آہ۔''

توفی بمعنی موت کہاں؟

جن ائمہ لغت نے توفی کے معنی قبض روح کے لکھے ہیں انہوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ فقط قبض روح کو توفی کہتے ہیں اور اگر قبض روح مع البدن ہو تو اس کو توفی نہیں کہتے۔بلکہ اگر قبض روح کے ساتھ قبض بدن بھی ہو تو بدرجہ اولیٰ توفی ہوگی۔جب یہ ثابت ہوگیا کہ توفی ایک جنس ہے اور نوم (نیند) اور موت اور رفع جسمانی یہ اس کے انواع اور اقسام ہیں اور یہ مسلم ہے کہ نوع اور قسم معین کرنے کے لیے قرینہ کا ہونا ضروری اور لازمی ہے اس لیے جہاں لفظ توفی کے ساتھ موت اور اس کے لوازم کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے موت مراد لی جائے گی جیسے۔

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ. (سجدہ11)

''اے ہمارے نبی! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے کہ پورا پورا پکڑے گا تم کو وہ موت کا فرشتہ جو تم پر مسلط کیا گیا ہے۔''

اس مقام پر ملک الموت کے قرینہ سے توفی سے موت مراد لی جائے گی۔



توفی بمعنی نیند

جس جگہ توفی کے ساتھ نوم یعنی خواب اور اس کے متعلقات کا ذکر ہوگا اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد لیے جائیں گے جیسے:۔وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ بِالَّيْلِ.

''وہی خدا تم کو رات میں پورا پورا لیتا ہے''لیل کے قرینہ سے معلوم ہوا کہ اس جگہ توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ابونواس کہتا ہے ع۔

فلما توفا رسول الکری. ''یعنی نیند کے قاصد نے اس کو پورا پورا لے لیا یعنی سلا دیا۔''اس شعر میں بھی توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں اور جس جگہ توفی کے ساتھ رفع کا ذکر ہو یا اور کوئی قرینہ ہو تو وہاں توفی سے رفع جسمانی مراد ہوگا۔اور مرزا صاحب بھی،دعویٰ مسیحیت سے پہلے توفی کے معنی موت کے نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ (براہین احمدیہ صفحہ 520 خزائن جلد1 صفحہ 620) پر لکھتے ہیں۔اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ یعنی میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا۔

اور اس کتاب کے (براہین احمدیہ صفحہ 499 خزائن جلد1 صفحہ 593 اور صفحہ 505 خزائن جلد1 صفحہ 601) پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ رہنا اور نہایت عظمت اور جلال کے ساتھ دوبارہ دنیا میں آنا تسلیم کیا ہے غرض یہ ثابت ہوگیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفاء اور اخذ الشئی وافیًا یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں اور یہ کسی کتاب میں نہیں کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔اگر کسی احمدی سے ممکن ہے تو لغت کی کوئی کتاب لا دکھاوے جس میں یہ تصریح ہو کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔بلکہ ہم دعوے کے ساتھ کہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث میں،جہاں کہیں بھی لفظ توفی آیا ہے سب جگہ توفی کے اصلی اور حقیقی ہی معنی مراد ہیں یعنی استیفاء اور استکمال۔مگر چونکہ عمر کے پورا ہوجانے کے بعد موت کا تحقق لازمی ہے اس لیے مجازاً یہ کہہ دیا گیا کہ یہاں موت کے معنی مراد ہیں۔

ہم نے کتب متعددہ سے توفی کے مجازی معنی موت کی تصریح دیکھائی دنیا بھر کے احمدی کسی کتاب لغت سے توفی کے حقیقی معنی موت دیکھا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

خلاصہ کلام

یہ کہ توفی کے اصلی معنی پورا وصول کرنے اور ٹھیک لینے کے ہیں۔ قرآن کریم نے لفظ توفی کو نوم اور موت کے معنی میں اس لیے استعمال کیا کہ اہل عرب پر موت اور نوم کی حقیقت واضح ہوجائے۔ جاہلیت والے اس حقیقت سے بالکل بے خبر تھے کہ موت اور نوم میں حق تعالیٰ کوئی چیز بندہ سے لیتے ہیں۔ عرب کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان مر کر نیست و نابود ہوجاتا ہے۔ موت کو فنا اور عدم کے مترادف سمجھتے تھے اس لیے وہ بعث اور نشاۃ ثانیہ کے منکر تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے رد کے لیے ارشاد فرمایا قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (سجدہ 11) آپ صلی اللہ علیہ وسلم منکرین بعث سے کہہ دیجیے کہ مر کر تم فنا نہیں ہوتے بلکہ موت کا فرشتہ تم سے اللہ کا پورا پورا حق وصول کر لیتا ہے یعنی وہ ارواح کہ جو اللہ کی امانت ہیں وہ تم سے لے لی جاتی ہیں اور اللہ کے یہاں محفوظ رہتی ہیں۔ قیامت کے دن پھر یہی ارواح تمہارے اجسام کے ساتھ متعلق کر کے حساب کے لیے پیش ہوگی۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں ''تم اپنے آپ کو دھڑ سمجھتے ہو کہ خاک میں رل گئے تم جان لو وہ فرشتہ لے جاتا ہے فنا نہیں ہوتے۔''

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ان مختصر الفاظ میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا جس کی ہم نے وضاحت کی۔ اس آیت میں بھی توفی کے معنی موت کے نہیں بلکہ حق وصول کرنے کے ہیں۔ موت دینے والا تو صرف وہی محیی اور ممیت ہے۔ ملک الموت تو اللہ کا حق وصول کرنے والا ہے۔

آیت توفی کی تفسیر

جب توفی کے معنی معلوم ہوگئے تو اب آیت توفی کی تفسیر سنیے۔ یہود بے بہبود نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی تدبیریں شروع کیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اس کو محسوس فرمالیا ''کما قال تعالیٰ فَلَمَّا اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ'' تو اللہ تعالیٰ نے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی فرمائی کہ اے عیسیٰ تم گھبراؤ مت۔ یہ تو تدبیریں کر رہے ہیں ہم بھی تدبیریں کر رہے ہیں۔ عنقریب تم کو معلوم ہوجائے گا۔

اس آیت شریفہ میں حق تعالیٰ نے ان پانچ وعدوں کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس وقت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائے ایک! توفی، دوم! رفع اور سوم! تطہیر من الکفار یعنی کافروں سے پاک کرنا۔ اور چہارم! متبعین کا منکرین پر قیامت تک غالب اور فائق رہنا۔ اور پنجم! فیصلہ اختلافات۔ اول کے تین وعدے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذات بابرکات کے متعلق ہیں اور چوتھا خدام کے متعلق ہے اور پانچواں فیصلہ کے متعلق ہے جس کا تعلق سب سے ہے۔



چار وعدے

1...... وعدہ توفی

جمہور صحابہ رضی اللہ عنہ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہ اور عامہ سلف و خلف اس طرف گئے ہیں کہ آیت میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی کے اصلی اور حقیقی معنی مراد ہیں یعنی پورا پورا اور ٹھیک ٹھیک لے لینا۔ کیونکہ مقصود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسلی اور تسکین ہے کہ اے عیسیٰ تم ان دشمنوں کے ہجوم اور نرغہ سے گھبراؤ نہیں میں تم کو پورا پورا روح اور جسم سمیت ان نابکاروں سے چھین لوں گا۔ یہ نابکار اور ناہنجار اس لائق نہیں کہ تیرے وجود باجود کو ان میں رہنے دیا جائے۔ ان کی نہ قدر دانی اور ناسپاسی کی سزا یہ ہے کہ ان سے اپنی نعمت واپس لے لی جائے۔ حضرت مولانا الشاہ سید محمد انور نور اللہ وجہہ یوم القیامۃ ونضر (آمین) فرماتے ہیں۔

وجوہ لم تکن اھلاً لخیرٍ
فیاخذ منہم عیسیٰ الیہ

''یہ چہرے خیر کے قابل نہ تھے اس لیے اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے لے کر اپنی طرف کھینچ لیا۔''

ویرفعہ ولا یبقیہ فیھم
کاخذ الشئی لم یُشکرُ علیہ

''اور اپنی طرف اٹھالیا اور نہ چھوڑا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ان سے ایسا لے لیا جیسا کہ اس شے کو لے لیا جاتا ہے کہ جس کی ناقدری کی جائے۔''

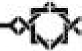
وحیـــــز کـــمـــا یـــحـــاز الشئـــــی حـــفـــظًـــا

واٰواہ الـــــیٰ مـــــاویٰ لـــــدیـــــہ

''اوران سے چھین کراپنے پاس محفوظ رکھااوراپنے یہاں ان کوٹھکانا دیا۔''

اس مقام پرموت کے معنی مناسب نہیں اس لیے کہ جب ہرطرف سے خون کے پیاسے اور جان کے لیوا کھڑے ہوئے ہوں تو اس وقت تسلی اورتسکین خاطر کے لیے موت کی خبر دینایا موت کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔ دشمنوں کا تو مقصود ہی جان لینا ہے اس وقت تو مناسب یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ تم گھبراؤ نہیں ہم تم کوتمہارے دشمنوں کے نرغہ سے صحیح سالم نکال لے جائیں گے۔تمہارا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔ ہم تم کو دشمنوں کے درمیان سے اس طرح اٹھالیں گے کہ تمہارے دشمنوں کوتمہارا سایہ بھی نہ ملے گا آیت میں اگرتوفی سے موت کے معنی مراد ہوں توعیسیٰ علیہ السلام کی تو تسلی نہ ہوگی۔البتہ یہود کی تسلی ہوگی اور معنی آیت کے یہ ہوں گے کہ اے یہود! تم بالکل نہ گھبراؤ اور نہ مسیح کے قتل کی فکر کرو۔ میں خود ہی ان کوموت دوں گا اور تمہاری تمنااور آرزو پوری کروں گا۔خود بخود تمہاری تمنا پوری ہوجائے گی۔تمہیں کوئی مشقت بھی نہ ہوگی۔

2...... نیز یہ کہ توفی بمعنی الموت توایک عام شے ہے جس میں تمام مومن اور کافر، انسان اور حیوان سب ہی شریک ہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے جو خاص طور پران سے توفی کا وعدہ فرمایا گیا؟ قرآن کریم کے تتبع اور استقراء سے معلوم ہوتا ہے کہ توفی کا وعدہ حق تعالیٰ نے سوائے عیسیٰ علیہ السلام کے اور کسی سے نہیں فرمایا۔



رفع کا معنی

جب رَفَعَ یَرْفَعُ رَفْعًا فَھُوَرَافِعٌ. میں سے کوئی بولا جائے جہاں اللہ تعالیٰ فاعل ہو،اور مفعول''جوہر''ہو(''عرض'' نہ ہو)اور صِلہ الی مذکور ہو۔اور مجرور اس کاضمیر ہواسم ظاہر نہ ہواور وہ ضمیر فاعل کی طرف راجع ہو۔وہاں سوائے آسمان پر اٹھانے کے دوسرے معنی ہی نہیں۔

وعدہ دوم

کمَاَ قَالَ تعَالیٰ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ

''یعنی اے عیسیٰ میں تم کو اپنی جانب اٹھاؤں گا'' جہاں کسی انسان کی رسائی بھی نہیں ہوسکتی جہاں میرے فرشتے رہتے ہیں وہاں تم کو رکھوں گا۔اس آیت میں رفع سے رفع جسمانی مراد ہے۔اس لیے کہ......

1...... رَافِعُکَ میں خطاب جسم مع الروح کو ہے۔

2...... رفع درجات تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہی سے حاصل تھا اور رفع روحانی بصورت موت، یہ مرزا صاحب کے زعم کے مطابق خود مُتَــوَفِّیکَ سے معلوم ہو چکا ہے۔لہٰذا دوبارہ ذکر کرنا موجب تکرار ہے۔

3...... نیز رفع روحانی ہر مرد صالح اور نیک بخت کی موت کے لیے لازم ہے اس کو خاص طور پر بصورت وعدہ بیان کرنا بے معنی ہے۔

4...... نیز باتفاق محدثین ومفسرین مورخین یہ آیتیں نصاریٰ نجران کے مناظرہ اور ان کے عقائد کی اصلاح کے بارے میں اتری ہیں اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور پھر دوبارہ زندہ ہو کر آسمان پر اٹھائے گئے۔لہٰذا اگر رفع الی السماء کا عقیدہ غلط اور باطل تھا تو قرآن نے جس طرح عقیدہ ابنیت اور عقیدہ تثلیث اور عقیدہ قتل اور صلیب کی صاف صاف لفظوں میں تردید کی تو اسی طرح رفع الی السماء کے عقیدہ کی بھی صاف صاف لفظوں میں تردید ضروری تھی اور جس طرح وماقتلوہ اور ماصلبوہ کہہ کر عقیدہ قتل وصلب کی تردید فرمائی اسی طرح بجائے بل رَّفَعَہُ اللّٰہُ کے مَارَفَعَہُ اللّٰہُ فرما کر عقیدہ رفع الی السماء کی تردید ضروری تھی۔ سکوت اور مبہم الفاظ سے نصاریٰ کی تو کیا اصلاح ہوتی مسلمان بھی اشتباہ اور گمراہی میں پڑ گئے؟ (معاذ اللہ)

نیز اگر توفی اور رفع سے موت اور رفع روحانی مراد ہو تو وعدہ تطھیر من الکفار اور وعدہ کف عن بنی اسرائیل کی کوئی حقیقت اور اصلیت باقی نہیں رہتی جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیٓ اِسْرَآئِیلَ عَنْکَ اِذْجِئْتَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ اس آیت میں حق جل شانہ کے ان انعامات اور احسانات کا ذکر ہے کہ جو قیامت کے دن حق جل شانہ بطور امتنان عیسیٰ علیہ السلام کو یاد دلائیں گے ان میں سے ایک احسان یہ ہے کہ تجھ کو بنی اسرائیل کی دست درازی سے محفوظ رکھا۔

وعدہ سوم

وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تیسرا وعدہ یہ فرمایا کہ تجھ کو اپنے اور تیرے دشمنوں یعنی کافروں سے پاک کروں گا۔ اوران کے ناپاک اور نجس پڑوس میں تجھ کونہیں رہنے دوں گا بلکہ نہایت مطہر اور معطر جگہ میں تجھ کو بلالوں گا۔ لفظ مطہرک، کفر اور کافروں کی نجاست کی طرف اشارہ کرنے کے لیے استعمال فرمایا۔ کما قال تعالیٰ اِنَّمَا الۡمُشۡرِکُوۡنَ نَجَسٌ یعنی یہ نجس اور گندے آپ کے جسم مطہر کے قریب بھی نہ آنے پائیں گے۔

وعدہ چهارم: غلبه متبعین بر منکرین

وَجَاعِلُ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡکَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡ آاِلٰی یَوۡمِ القیامة.

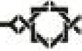
''اور اے عیسیٰ علیہ السلام! میں تیری پیروی کرنے والوں کو تیرے کفر کرنے والوں پر قیامت تک غالب رکھوں گا''

چنانچہ جس جگہ یہود اور نصاریٰ ہیں، وہاں نصاریٰ یہود پر غالب اور حکمران ہیں آج تک یہود کو نصاریٰ کے مقابلہ میں کبھی حکمرانی نصیب نہیں ہوئی۔

وعدہ پنجم: فیصله اختلاف

ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاَحۡکُمُ بَیۡنَکُمۡ فِیۡمَا کُنۡتُمۡ فِیۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ط

یہ پانچواں وعدہ ہے جو اختلافات کے فیصلہ کے متعلق ہے۔



توفی کی دوسری نوع

اور اگر اس آیت میں توفی کی دوسری نوع یعنی نوم (نیند) مراد لی جائے تب بھی مرزا صاحب کے لیے مفید نہیں کیونکہ اس صورت میں مُتَـــوَفِّیۡکَ معنی میں منیمک کے ہوگا اور آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو سلاؤں گا اور سونے کی حالت میں تجھ کو آسمان پر اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور معالم التنزیل میں ربیع بن انس سے منقول ہے:۔

[...... قال الربیع بن انس المراد بالتوفی النوم و کان عیسیٰ علیه السلام قد نام فرفعه الله نائما الی السماء معناه انی منیمک ورافعک الی کما قال تعالیٰ وَهُوَ الَّذِیۡ یَتَوَ فّٰکُمۡ بِالَّیۡلِ ای ینمیکهم والله اعلم.

''ربیع بن انس کہتے ہیں کہ آیت میں توفی سے نوم یعنی نیند مراد ہے حضرت عیسی علیہ السلام سو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی حالت میں آسمان پر اٹھایا اور آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تجھ کو سلاؤں گا اور اسی حالت میں تجھ کو اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد وَهُوَ الَّذِی یَتَوَفّٰکُمۡ بِالَّیۡلِ (وہی ہے کہ جو تم کو رات میں سلاتا ہے) میں توفی سے نوم مراد ہے۔'' لیکن توفی بمعنی نوم سے بھی مرزا صاحب کی تمنا اور آرزو پوری نہیں ہوتی۔ کیونکہ نیند کی حالت میں آدمی زندہ رہتا ہے مرتا نہیں۔



توفی کی تیسری نوع

یعنی موت

اور اگر اس آیت میں توفی سے اس کی تیسری نوع مراد لی جائے جیسا کہ علی بن طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متـــوفیک کی تفسیر مـــمیتک کیساتھ روایت کرتے ہیں تب بھی مرزا صاحب کا مدعا وفات قبل النزول حاصل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک مطلب تو یہ کہ جو وہب بن منبہ اور محمد بن اسحٰق سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دی اور پھر کچھ دیر کے بعد ان کو زندہ کر کے آسمان پر اٹھایا۔ وہب یہ کہتے ہیں کہ دن کی تین ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا اور محمد بن اسحٰق یہ کہتے ہیں کہ دن کی سات ساعت مردہ رکھا اور پھر زندہ کر کے اٹھایا۔ غرض یہ کہ اگر توفی بمعنی موت تین ساعت یا سات ساعت کے لیے پیش بھی آئی تو اس کے بعد دوبارہ زندگی اور رفع الی السماء بھی واقع ہوا ہے اور مرزا صاحب اس کے قائل نہیں۔

دوسرا مطلب

ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ خود ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص یعنی ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ آیت میں تقدیم وتاخیر ہے جیسا کہ شیخ جلال الدین سیوطی تفسیر درمنثور میں فرماتے ہیں:۔

2...... **اخرج اسحٰق بن بشر وابن عساکر من طریق جوھر عن الضحاک عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ انی متوفیک و رافعک الی یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان.** (درمنثور صفحہ 36 جلد 2)

''ضحاک کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ کی تفسیر میں یہ فرماتے تھے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا رفع مقدم ہے اوران کی وفات اخیر زمانہ میں ہوگی۔''

پس اگرابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیک کی تفسیر ممیتک سے مروی ہے تو ان سے تقدیم وتاخیر بھی مروی ہے۔لہٰذا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے نصف قول کو جو اپنی ہوائے نفسانی اورغرض کے موافق ہو اسے لینا اور حجت قرار دینا اور دوسرے نصف کو جوان کی غرض کے مخالف ہو اس سے گریز کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے تارک نماز کا لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ سے حجت پکڑنا اور اَنْتُمْ سُکَارٰی سے آنکھیں بند کرلینا،نصف قول ماننا اورنصف قول سے قطع نظر کرلینا یہ نصف الاعمٰی اورنصف البصیر ہی کا کام ہے۔

علاوہ ازیں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیک کی تفسیر جو ممیتک مروی ہے اس کا راوی علی بن طلحہ ہے۔محدثین کے نزدیک یہ راوی ضعیف اورمنکر الحدیث ہے۔ علی بن طلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نہ کچھ سنا ہے اورنہ ان کو دیکھا ہے۔لہٰذا علی بن طلحہ کی روایت ضعیف بھی ہے اور منقطع بھی ہے جو حجت نہیں ہوسکتی بلکہ اس کے برعکس ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحیح وسالم زندہ آسمان پر اٹھایا جانا باسانید صحیحہ اورجیدہ منقول ہے۔تعجب اورسخت تعجب ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ تفسیر جس کی سند ضعیف اورمنکر اورغیر معتبر ہو وہ تو احمدیوں کے نزدیک معتبر ہوجائے اورابن عباس رضی اللہ عنہ کی وہ تفسیر جو اسانید صحیحہ اورجیدہ اورروایات معتبرہ سے منقول ہے وہ مرزاصاحب کے نزدیک قابل قبول نہ ہو۔

جواب دیگر

اوراگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ متوفیک کی تفسیر ممیتک کے ساتھ صحیح ہے تو یہ کہیں گے کہ مرزاصاحب

(ازالہ الاوہام صفحہ 942 خزائن جلد 3 صفحہ 620) پر لکھتے ہیں کہ

''اماتت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے''۔

مرزاصاحب اس عبارت میں فقط اس امر کے مدعی نہیں کہ اماتت کے معنی کبھی سلانے کے بھی آجاتے ہیں بلکہ اس کے مدعی ہیں کہ جس طرح مارنا،موت دینا، اماتت کے حقیقی معنی ہیں اسی طرح سلانا اور بے ہوش کرنا بھی اماتت کے حقیقی معنی ہیں۔لہٰذا جب مرزاصاحب کے نزدیک اماتت کے حقیقی معنی سلانے کے بھی ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر ممیتک میں اگر اماتت سے سلانے کے معنی مراد لیے جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔اس لیے کہ مرزاصاحب کے نزدیک یہ معنی بھی حقیقی ہیں اور آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ نیند کی حالت میں آسمان پر اٹھائے گئے۔جیسا کہ ربیع سے منقول ہے اورحدیث میں بھی اماتت بمعنی انامت یعنی سلانے کے معنی میں آیا ہے

الحمدللہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور. (مسلم جلد 2 صفحہ 348 باب الدعاء عندالنوم)

اقوال مفسرین

گذشتہ تفصیل کے بعد اب کسی مزید توضیح کی ضرورت نہیں۔مگر چونکہ توفی کے استعمالات مختلف ہیں اس لیے حضرات مفسرین سے اس آیت کی جو توجیہات منقول ہیں ہم ان توجیہات کو نقل کر کے یہ بتلانا اور دکھانا چاہتے ہیں کہ تمام مفسرین سلف اورخلف اس پر متفق ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔آیت شریفہ کی توجیہات اورتفسیری تعبیرات میں اگرچہ بظاہر اختلاف ہے لیکن رفع الی السماء پر سب متفق ہیں اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔

عبا راتنا شتّٰی وحسنک واحد

وکل الی ذاک الجمال یُشیر

''ہماری تعبیرات مختلف ہیں اور تیرا حسن ایک ہے،سب کا اشارہ اسی ایک حسن کی طرف ہے۔''

قول اوّل

توفی سے استیفاء اور استکمال کے معنی مراد ہیں اور استیفاء اور استکمال سے عمر کا اتمام مراد ہے۔ اور مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام تم دشمنوں سے گھبراؤ نہیں یہ قتل اور صلب سے تمہاری عمر ختم کرنا چاہتے ہیں یہ سب ناکام رہیں گے۔ میں تمہاری عمر پوری کروں گا اور اس وقت میں تم کو آسمان پر اٹھاؤں گا چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

3...... الاول معین قولہ انی متوفیک ای انی متم عمرک فحینئذٍ اتوفاک فلا اترکھم حتی یقتلوک بل انی رافعک الی السمائی و مقربک بملائکتی واصونک عن ان یتمکنوا من قتلک وھذا تاویل حسن. (تفسیر کبیر صفحہ 481 جلد 2)

''انی متوفیک کے معنی یہ ہیں کہ اے عیسیٰ علیہ السلام میں تیری عمر پوری کروں گا کوئی شخص تجھ کو قتل کر کے تیری عمر قطع نہیں کر سکتا۔ میں تجھ کو تیرے دشمنوں کے ہاتھ میں نہیں چھوڑوں گا کہ وہ تجھ کو قتل کر سکیں بلکہ میں تجھ کو آسمان پر اٹھاؤں گا اور اپنے فرشتوں میں رکھوں گا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ معنی نہایت عمدہ ہیں۔''

اور اسی معنی کو علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں ذکر کیا ہے اور اس معنی کرنے سے کلام اپنے حال پر ہے۔ کلام میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ توفی کے معنی اتمام عمر کے ہیں جو ابتدائے عمر سے لے کر اخیر عمر تک صادق ہیں اسی درمیان میں رفع الی السماء ہوا اور اسی درمیان میں نزول ہوگا اور وقت پر وفات ہوگی۔ اس طرح عمر شریف پوری ہوگی۔

4...... قال الزمخشری انی متوفیک ای مستوفی اجلک ومضاہ او اعاصمک من ان یقتلک الکفار و موخرک الی اجل کتبہ لک و یمیتک حتف انفک لا قتلاً بایدیھم...... (مشکلات القرآن صفحہ 132)

قول دوم

توفی سے قبض من الارض کے معنی مراد ہیں۔ یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام میں تم کو ان کافروں سے چھین کر پورا پورا اپنے قبضہ میں لے لوں گا۔ جیسا کہ امام رازی قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں:۔

5...... ان التوفی ھو القبض یقال وفانی فلان دراھمی و او فیتھا کمایقال سلم فلان الی دراھمی وتسلمتھا. یعنی توفی کے معنی کسی شے پر پوری طرح قبضہ کر لینے کے ہیں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص نے میرے پورے روپے دے دیئے۔ اور میں نے اپنے پورے روپے اس سے وصول کر لیے۔ (تفسیر کبیر صفحہ 481 جلد 2)

آیت کے یہ معنی حسن بصری اور مطر وراق اور ابن جریج اور محمد جعفر بن زبیر سے منقول ہیں۔ اور امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ طبری نے اسی معنی کو اختیار فرمایا ہے۔ اس معنی کے کرنے سے بھی آیت میں کوئی تقدیم و تاخیر نہیں۔ قول اول اور قول ثانی دونوں قولوں میں توفی کے معنی استیفاء اور استکمال ہی کے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ پہلے قول میں استیفاء سے اجل اور عمر کا اتمام اور اکمال مراد لیا گیا۔ اور دوسرے قول میں ایک شخص اور ایک ذات کا پورا پورا قبضہ میں لینا مراد لیا گیا ہے۔ ایک جگہ استیفاء اجل ہے اور ایک جگہ استفیاء شخص اور استیفاء قبضہ ہے۔

قول سوم

توفی کے معنی اخذ الشئی وافیا کے معنی کسی سے کسی چیز کو پورا پورا لے لینا۔ اور اس جگہ عیسیٰ علیہ السلام کو روح اور جسم دونوں کے ساتھ لینا مراد ہے۔ جیسا کہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

6...... ان التوفی اخذ الشئی وافیا ولما علم اللہ تعالیٰ ان من الناس من یخطر ببالہ ان الذی رفعہ اللہ ھو روحہ لاجسدہ ذکر ھذا الکلام لیدل علی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع بتمامہ الی السماء بروحہ وبجسدہ ویدل علیہ صحۃ ھذا التاویل قولہ تعالیٰ وما یضرونک من شئی.

''توفی کے معنی کسی شے کو پورا پورا اور بجمیع اجزا لے لینے کے ہیں۔ چونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ بعض لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ گزرے گا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صرف روح کو اٹھایا اس لیے متوفیک کا لفظ فرمایا تا کہ معلوم ہو جائے کہ عیسیٰ علیہ السلام روح اور جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے وَمَا یَضُرُّوْنَکَ من شئی ءٍ تم کو ذرہ برابر ضرر نہیں پہنچا سکیں گے نہ روح کو نہ جسم کو۔'' (تفسیر کبیر صفحہ 481 جلد 2)

قول چہارم

توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں۔ یعنی سلا کر تم کو اپنی طرف اٹھاؤں گا کہ تم کو خبر بھی نہ ہو کہ کیا ہوا اور آسمان اور فرشتوں ہی میں جا کر آنکھ کھلے گی۔ یہ قول ربیع بن انس سے مروی ہے:۔

7...... **قال الربیع بن انس المرادبالتوفی النوم و کان عیسیٰ علیہ السلام فدنام فرفعہ اللہ نائما الی السماء معناہ منیمک ورافعک الی کما قال تعالیٰ وھو الذی یتوفکم باللیل.**

ربیع بن انس کہتے ہیں کہ توفی سے نوم یعنی نیند کے معنی مراد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سونے کی حالت میں آسمان پر اٹھایا جیسا کہ وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ اس آیت میں توفی سے نوم کے معنی مراد ہیں تفسیر درمنثور صفحہ 36 جلد 2 ومعالم التنزیل تفسیر کبیر وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ: متعلقہ بآیت مائدہ

جب یہ ثابت ہوگیا کہ توفی کے حقیقی معنی استیفاء اور استکمال اور اخذ الشیٔ وافیا (یعنی کسی شے کو پورا پورا لینے کے ہیں) اور اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ میں توفی سے موت کے معنی مراد نہیں بلکہ توفی سے رفع آسمانی مراد ہے۔ تو اسی طرح سورہ مائدہ کی آیت توفی کو سمجھیے کہ وہاں بھی توفی سے رفع الی السماء ہی مراد ہے اور فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کے معنی فَلَمَّا رَفَعْتَنِیْ اِلَی السَّمَاءِ کے ہیں۔ چنانچہ تمام معتبر تفاسیر میں تَوَفَّیْتَنِیْ کی تفسیر رفعتنی کے ساتھ مذکور ہے۔ چند تفاسیر کے حوالہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

8...... جیسا کہ تفسیر ابن جریر اور

9...... ابن کثیر اور

10...... درمنثور میں ہے۔

11...... امام رازی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر کبیر صفحہ 700 جلد 3) میں لکھتے ہیں **فلما توفیتنی المراد بہ وفاۃ الرفع الی السماء.**

12...... (تفسیر ابی السعود صفحہ 701 جلد 3) **ورافعک الی فان التوفی اخذ الشی وافیاً**

13...... تفسیر بیضاوی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جن کے متعلق مرزا صاحب کو بھی اقرار ہے وہ بہ برکت دعائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن سمجھنے میں اول نمبر پر تھے کی روایت سے تفسیر معالم میں مرقوم ہے۔

14...... **فَبَعَثَ اللّٰہُ جِبْرَائِیْلَ فَاَدْخَلَہٗ فِیْ خَوْخَۃٍ فِیْ سَقْفِھَا رَوْزَنَۃٌ فَرَفَعَہٗ اَلَی السَّمَاءِ مِنْ تِلْکَ الرَّوْزَنَۃِ فَاَلْقَی اللّٰہُ شِبْہَ عِیْسیٰ عَلَیْہِ السَّلَام فَقَتَلُوْہُ وَصَلَبُوْہُ.** (معالم التنزیل جلد 1 صفحہ 308)

''وہ شخص جو مسیح علیہ السلام کو پکڑنے کے لیے گیا تھا مکان کے اندر پہنچا تو خدا نے جبرائیل کو بھیج کر مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور اسی بدبخت یہودی کو مسیح علیہ السلام کی شکل پر بنا دیا پس یہود نے اسی کو قتل کیا اور صلیب پر چڑھا دیا۔''

15...... تفسیر روح المعانی۔

16...... (تفسیر خازن صفحہ 608 جلد 1) میں بھی ہیں۔

''الغرض ان تمام تفاسیر میں صراحۃً اس کی تصریح ہے کہ توفی سے رفع الی السماء مراد ہے۔ اور بالفرض اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ آیت مائدہ میں توفی سے کنایۃً موت مراد لی گئی ہے تب بھی مرزا صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ اس آیت میں اس وفات کا ذکر ہے جو بعد از نزول قیامت سے پہلے ہوگی۔ کیونکہ آیت کا تمام سیاق وسباق اس بات پر شاہد ہے کہ یہ تمام واقعہ کوئی گذشتہ واقعہ نہیں بلکہ مستقبل یعنی قیامت کا واقعہ ہے اور قیامت سے پہلے ہم بھی وفات مسیح کے قائل ہیں جیسا کہ یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ الخ اور ھٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُھُمْ اور وَیَوْمَ الْقِیَامَۃِ یَکُوْنُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا سے صاف ظاہر ہے۔

17...... **اخرج عبدالرزاق وابن ابی حاتم عن قتادۃ فی قولہ انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ متی یکون ذلک قال یوم القیامۃ الاتری انہ یقول یوم ینفع الصدقین.**

''عبدالرزاق اور ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے نقل کیا کہ قتادہ سے اَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ الخ کے متعلق دریافت کیا گیا کہ یہ واقعہ کب

ہوگا؟ تو یہ فرمایا کہ قیامت کے دن ہوگا جیسا کہ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ بعض مرفوع احادیث میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کا ہے:۔

18...... روی ابن عساکر عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللّٰہصلی اللہ علیہ وسلم اذا کان یوم القیمة یدعی بالانبیاء واممھم ثم یدعیٰ بعیسٰی فیذکرہ نعمتہ علیہ فیقربھا فیقول بعیسٰی اذکر نعمتی علیک وعلٰے والدتک الآیتہ ثم یقول أ انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللّٰہ. فینکر ان یکون قال ذلک، حدیث. (تفسیر ابن کثیر صفحہ 281 جلد 3)

''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللّٰہصلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء اور ان کی امتوں کو بلایا جائے گا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بلایا جائے گا۔ حق تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے قریب بلا کر یہ فرمائیں گے کہ تم ہی نے کہا تھا مجھ کو اور میری ماں کو خدا بناؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام انکار فرمائیں گے کہ معاذ اللہ میں نے ہرگز نہیں کہا۔''

19...... واخرج ابن مردویة عن جابر بن عبداللّٰہ انہ سمع النبیصلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا کان یوم القیامة جمعت الامم ودعا کل ناس بامامھم قال و یدعیٰ عیسیٰ فیقول بعیسی یعیسی ء انت قلت للناس اتخذونی وامی الھین من دون اللہ. فیقول سبحنک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق الیٰ قولہ یوم ینفع الصدقین. (درمنثور صفحہ 349 جلد 2)

اس حدیث شریف کا ترجمہ تقریباً وہی ہے جو کہ پہلی حدیث کا ہے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں بھی اس امر کی تصریح موجود ہے کہ قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے یہ دریافت کیا جائے گا۔

مرزا صاحب جس موت کے مدعی ہیں وہ کسی لفظ سے بھی ثابت نہیں ہوتی مرزا صاحب کا دعویٰ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام واقعہ صلیب کے بعد کشمیر تشریف لے گئے اور ستاسی سال زندہ رہ کر شہر سری نگر کے محلہ خان یار میں مدفون ہوئے یہ نہ کسی آیت سے ثابت ہے نہ کسی حدیث سے اور نہ کسی صحابی رضی اللہ عنہ اور تابعی رحمۃ اللہ علیہ بلکہ کسی معتبر عالم کے قول سے بھی ثابت نہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بھی اسی کنہیالال اور مراری لال و روشن لال سے منقول ہو جنہوں نے کریم بخش کے صادق ہونے کی گواہی دی ہے۔

مرزا صاحب (ازالہ الاوہام صفحہ 708 خزائن جلد 3 صفحہ 482) میں لکھتے ہیں کہ......

''کریم بخش روایت کرتے ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے تیس برس پہلے مجھ کو کہا کہ اب عیسیٰ جوان ہوگیا ہے اور لدھیانہ میں آ کر احمدی غلطیاں نکالے گا۔ پھر کریم بخش کی تعدیل بہت سے گواہوں سے کی گئی جن میں خیراتی، بوٹا۔ کنہیالال، مراری لال، روشن لال، گنیشا مل وغیرہ ہیں۔ اور گواہی یہ ہے کہ کریم بخش کا جھوٹ کبھی ثابت نہیں ہوا۔

ائمہ حدیث جب کسی راوی کی توثیق اور تعدیل نقل کرتے ہیں تو احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا نام مبارک پیش کر دیتے ہیں۔ مرزا صاحب کو جب کریم بخش کی روایت کی تعدیل کی ضرورت پیش آئی تو کنہیالال اور مراری لال کی تعدیل پیش کی۔ ناظرین کرام تعجب نہ فرمائیں۔ نبی کاذب کے سلسلہ روایت کے لیے کنہیالال اور مراری لال جیسے راوی مناسب اور ضروری ہیں۔ مرزا صاحب بھی معذور ہیں اپنی مسیحیت کی گواہی میں آخر کس کو پیش کریں؟ حضرات محدثین کے نزدیک مالک عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ بسند سلسلۃ الذہب کے نام سے موسوم ہے۔ یہ سلسلۃ الذہب تو حضرات محدثین کا ہے۔ اور مرزا صاحب کا سلسلۃ الذہب یہ ہے کہ جو حضرات ناظرین نے پڑھا۔ یعنی کنہیالال اور مراری لال اور روشن لال۔

اے احمدیو! تمہیں کیا ہوا؟ مالک رحمۃ اللہ علیہ اور نافع رحمۃ اللہ علیہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت تو تمہاری نظر میں غیر معتبر ہوگئی اور مرزا اور مراری لال اور کنہیالال اور روشن لال کی اور اس قسم کے پاگل داس لوگوں کی بکواس معتبر ہوگئی۔ ع

بریں عقل و دانش بباید گریست

20......فَاجْتَمَعَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى قَتْلِهٖ فَاَخْبَرَهُ اللّٰهُ بِاَنَّهٗ يَرْفَعُهٗ اِلَى السَّمَاءِ وَيُطَهِّرُهٗ مِنْ صُحْبَةِ الْيَهُوْدِ

(نسائی و ابن مردویہ ذکرہ فی السراج المنیر)

''جب یہود مسیح کو قتل کرنے کے لیے اکٹھے ہوئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اسے خبر دی کہ میں تجھے آسمان پر اٹھاؤں گا اور کفار یہود کی صحبت سے پاک رکھوں گا۔''

بیس تفسیری احادیثیں شواہدات کلہم اس آیت کی بحث کو ختم کرتے ہیں۔

حیات عیسیٰ علیہ السلام کی پانچویں دلیل

قَالَ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ وَاِنْ ھُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْہِ وَجَعَلْنٰہُ مَثَلاً لِّبَنِیْ اِسْرَآئِیْلَ o وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْکُمْ مَلٰٓئِکَۃً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ o وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِھَا وَاتَّبِعُوْنِ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌo وَلَا یَصُدَّنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌo

(زخرف59-61)

''وہ کیا ہے ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا اور کھڑا کر دیا اس کو بنی اسرائیل کے واسطے اور اگر ہم چاہیں نکالیں تم میں سے فرشتے رہیں زمین میں تمہاری جگہ اور وہ نشان ہے قیامت کا سو اس میں شک مت کرو اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے اور نہ روک دے تم کو شیطان وہ تو تمہارا دشمن ہے صریح''

تفسیری شواہد 1

علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام میں آثار فرشتوں کے سے تھے (جیسا کہ سورۂ مائدہ، آل عمران اور کہف کے فوائد میں اشارہ کیا جا چکا ہے) اتنی بات سے کوئی شخص معبود نہیں بن جاتا۔ اگر ہم چاہیں تو تمہاری نسل سے ایسے لوگ پیدا کریں یا تمہاری جگہ آسمان سے فرشتوں ہی کو لا کر زمین پر آباد کر دیں۔ ہم کو سب قدرت حاصل ہے۔ یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا اوّل مرتبہ آنا تو خاص بنی اسرائیل کے لیے ایک نشان تھا کہ بدوں باپ کے پیدا ہوئے اور عجیب وغریب معجزات دکھلائے اور دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا۔ ان کے نزول سے لوگ معلوم کرلیں گے کہ قیامت بالکل نزدیک آ گئی ہے۔ یعنی قیامت کے آنے میں شک نہ کرو اور جو سیدھی راہ ایمان وتوحید کی بتلا رہا ہوں اس پر چلے آؤ۔ مبادا تمہارا ازلی دشمن شیطان تم کو اس راستے سے روک دے۔''

2......حضرت امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 606ھ) اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔ **وانہ ای عیسیٰ لعلم للساعۃ شرط من اشراطھا تعلم بہ فسمی الشئی الدال علی الشئ علما لحصول العلم بہ الخ.** (تفسیر کبیر جلد 27 صفحہ 222)

''اور بے شک وہ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام البتہ نشانی ہے قیامت کی یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے (اس لیے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد سے قیامت کا علم ہوگا) اس لحاظ سے علامت کو جو کسی شے کے وجود پر دلالت کرتی ہے علم کہا گیا کیونکہ اس علامت کے ساتھ اس شے کا علم حاصل ہوتا ہے۔''

یعنی علامت کا اطلاق علم پر ہوا یہی وجہ ہے کہ اکثر مترجمین حضرات لعلم کا معنی بھی نشانی کے کرتے ہیں اور یہ ترجمہ دوسری قرات کے عین موافق ہے اور دوسری قرات لَعَلَمٌ ہے اس میں ابتداء میں لام اور اس کے بعد عین اور دوسری لام پر بھی فتحہ ہے جس کا معنی نشانی اور علامت ہے اور یہ قرات حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو مالک غفاری رضی اللہ عنہ حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ بن دینار رحمۃ اللہ علیہ حضرت الاعمش کلبی رحمۃ اللہ علیہ اور بقول علامہ ابن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابونصرۃ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ (تفسیر البحر المحیط جلد 8 صفحہ 26 وروح المعانی جلد 25 صفحہ 95) اور دونوں قرأتوں کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول اور آمد سے قرب قیامت کا علم ہوگا اور وہ قیامت کی نشانی ہیں۔

3......علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 1270ھ) لعلم اور لعلم دونوں قراتوں کا تذکرہ کرکے آخر میں فرماتے ہیں کہ **والمشھور نزولہ علیہ السلام بدمشق وان الناس فی صلوٰۃ الصبح فیتاخر الامام وھو المھدی فیقدمہ عیسیٰ علیہ السلام و یصلی خلفہ و یقول انما اقیمت لک اہ.** (روح المعانی جلد 25 صفحہ 96)

''اور مشہور یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام دمشق میں نازل ہوں گے جبکہ لوگ صبح کی نماز میں مصروف ہوں گے اور امام مہدی امام ہوں گے وہ پیچھے ہٹ جائیں گے تاکہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام امامت کرائیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت امام مہدی کو آگے کرکے ان کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے اور فرمائیں گے کہ نماز آپ کے لیے قائم کی گئی تھی۔''

اور نیز علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

وفی بعض الروایات انہ علیہ السلام ینزل علی ثنیۃ یقال لھا افیق بفاء وقاف بوزن امیر وھی ھنا مکان بالقدس الشریف. (روح المعانی جلد 25 صفحہ 96)

''اور بعض روایات مثلاً (مسند احمد جلد 4 صفحہ 612، ومستدرک جلد 4 صفحہ 478، ومجمع الزوائد جلد 7 صفحہ 342 وغیرہ) میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ

والسلام افیق فاء اور قاف کے ساتھ بروزن امیر کے ٹیلہ پر نازل ہوں گے اور یہ قدس شریف میں ایک جگہ ہے'' (جو سوق حمیدیہ میں جامع اموی کے مشرقی کنارہ پر ہے جس پر سفید مینار بنا ہوا ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوقت صبح نازل ہوں گے)

4...... مشہور مفسر الحافظ ابو الفداء اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ بن کثیر القرشی الدمشقی (المتوفی 774ھ) فرماتے ہیں۔ **وانہ لعلم للساعۃ ای امارۃ و دلیل علی وقوع الساعۃ قال مجاھد رحمۃ اللہ علیہ وانہ لعلم للساعۃ ای آیۃ للساعۃ خروج عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قبل یوم القیمۃ وھکذا روی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ و ابن عباس رضی اللہ عنہ وابی العالیۃ رحمۃ اللہ علیہ وابی مالک رحمۃ اللہ علیہ و عکرمۃ والحسن رحمۃ اللہ علیہ و قتادۃ رحمۃ اللہ علیہ والضحاک رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم وقد تواترت الاحادیث عن رسول اللّٰہصلی اللہ علیہ وسلم انہ اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیمۃ اماما عادلا و حکما مقسطا اہ.**

(تفسیر ابن کثیر جلد 4 صفحہ 132-133)

''اور بے شک وہ (عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی علامت ہیں یعنی قیامت کی آمد اور اس کے وقوع کی نشانی اور دلیل ہیں۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کا دن برپا ہونے سے پہلے آنا قیامت (کے قرب) کی علامت اور نشانی ہے اور اسی طرح اس کی یہ تفسیر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت ابو العالیہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہ، حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ، حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ (بصری)، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ (بن مزاحم) وغیرہم سے بھی مروی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر احادیث کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے امام عادل اور منصف حاکم بن کر نازل ہونے کی خبر دی ہے۔''

قرآن کریم کی ان آیات مبارکہ کے ہر ہر جملہ میں تاکیدی الفاظ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول اور آمد کا بالکل واضح ثبوت ہے اور پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے ترجمان قرآن اور جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور معتبر و مستند تابعین رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر اس پر مستزاد ہے اور احادیث متواترہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اور نزول اپنی جگہ حق ہے۔

5...... امام ابن جریر الطبری رحمۃ اللہ علیہ (محمد بن جریر بن یزید رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 310ھ) **لعلم** اور **لعلم** دونوں قراتوں کا حوالہ دے کر بعض حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہ بعض تابعین رحمۃ اللہ علیہ اور تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم کی تفسیریں نقل کرتے ہیں اور بحوالہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قال نزول عیسیٰ بن مریم علیھما السلام. (تفسیر ابن جریر جلد 25 صفحہ 90)

''انھوں نے فرمایا کہ اس سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کا نزول مراد ہے'' (کیونکہ وہ قیامت کی نشانی ہیں)

6...... لسان العرب جس کی تعریف میں مرزا بھی رطب اللسان ہے۔ اس کی جلد 9 صفحہ 372 پر ہے۔ **وفی التنزیل فی صفۃ عیسیٰ علیہ السلام وانہ لعلم للساعۃ وھی قرأۃ اکثر القراء و قرء بعضھم انہ لعلم للساعۃ. المعنی ان ظھور عیسیٰ و نزولہ الی الارض علامۃ تدل علی اقترب الساعۃ.** (قرآن شریف میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفت میں وانہ لعلم للساعۃ ہے یہ اکثر قاریوں کی قرات اور ان میں سے بعض نے لَعَلَمٌ بھی پڑھا جس کے معنی ہیں عیسیٰ علیہ السلام کا ظہور اور ان کا نازل ہونا زمین کی طرف ایسا نشان ہے جو قیامت کے قرب پر دلالت کرے گا'' لسان العرب کی مرزا محمود نے (حقیقت النبوۃ صفحہ 115) پر توثیق و تعریف کی ہے۔

7...... حضرت شاہ ولی اللہ نے اس کا ترجمہ فرمایا ہے ''عیسیٰ نشان است قیامت را پس شبہ مکنید در قیامت۔''

تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم...... 1

احادیث کی تمام اہم کتب مثلاً (مسند احمد جلد 6 صفحہ 24 کے حاشیہ پر منتخب کنز العمال، سنن ابو داؤد جلد 2 صفحہ 134) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی دس بڑی علامات میں سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو شمار فرمایا۔ اسی طرح واقعہ معراج کے ضمن میں ایک روایت ہے۔

عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لقیت لیلۃ اسریٰ بی ابراھیم علیہ السلام و موسیٰ علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام قال فتذاکرو امر الساعۃ فردوا امرھم الیٰ ابراھیم علیہ السلام فقال لاعلم لی بھا فردوا الامر الی موسیٰ

علیہ السلام فقال لاعلم لی بھا فردوا الامر الی عیسٰی فقال اما وجبتھا فلا یعلمھا احد الا اللّٰہ ذالک و فیما عھدالی ربی عزوجل ان الدجال خارج قال و معی قضیبان فاذا رائنی ذاب کما یذوب الرصاص قال فیھلک اللّٰہ.

(مسند احمد جلد 1 صفحہ 375)

''حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج کی رات حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے میری ملاقات ہوئی۔ فرمایا کہ قیامت کا تذکرہ ہوا تو سب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا انھوں نے بھی فرمایا کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ قیامت کا صحیح علم تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں البتہ میرے ساتھ اللہ رب العزت نے وعدہ فرمایا ہے کہ جب دجال نکلے گا تو میرے پاس دو ہتھیار ہوں گے۔ جب دجال مجھے دیکھے گا تو وہ دھات کی طرح پگھلے گا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ (میرے ہاتھ سے) اسے ہلاک کریں گے۔''

نوٹ:

یہ حدیث الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ (ابن ماجہ صفحہ 309 باب فتنۃ الدجال خروج عیسیٰ ابن مریم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے منقول ہے۔ (ابن ماجہ طبع بیروت جلد 4 صفحہ 451 حدیث نمبر 4081) پر اس کے حاشیہ میں ہے اسنادہ صحیح و رجالہ ثقات۔ یہ روایت بیہقی میں بھی ہے۔

اسی طرح بہت سی احادیث میں قیامت کے قریب مسیح کا نزول لکھا ہے جو آئندہ باب ثبوت حیات مسیح از احادیث میں نقل ہوں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

2...... آیت اِنَّهٗ لعلم اللساعۃ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جن کو بدعا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علم قرآن حاصل تھا (جو مرزا کو بھی مسلم ہے) مسند احمد جلد اوّل صفحہ 317-318 پر ان سے منقول ہے کہ انہ لعلم للساعۃ قال ھو خروج عیسی بن مریم علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو مستدرک حاکم جلد 3 صفحہ 241 حدیث نمبر 3727 پر نقل کر کے لکھا ہے۔ ھذا حدیث صحیح الاسناد روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ عن عکرمۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ عزوجل وانہ لعلم للساعۃ قال خروج عیسٰی بن مریم.

3...... اسی طرح محدث عبد بن حمید نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہی روایت کی ہے۔

4...... نیز درمنثور جلد 6 صفحہ 20 پر عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ جس کے آخر میں ہے۔ وانہ لعلم للساعۃ قال ھو خروج عیسٰی بن مریم قبل یوم القیامۃ.

5...... نیز در (منثور جلد 6 صفحہ 20) پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ، حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے یہی تفسیر منقول ہے۔

6...... ابن جریر نے (تفسیر طبری جلد 25 صفحہ 90-91) پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے چار سندوں کے ساتھ اس کو نقل کیا ہے۔

7...... نیز خود مرزا صاحب نے اس آیت میں اِنَّهٗ لَعِلْمٌ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیری ہے۔

''قرآن شریف میں ہے انہ لعلم للساعۃ یعنی اے یہودیو! عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تمہیں قیامت کا پتہ لگ جائے گا۔''

(اعجاز احمدی صفحہ 21 خزائن جلد 19 صفحہ 130)

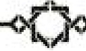
صاف ظاہر ہے کہ اِنَّهٗ کی ضمیر بطرف مسیح تسلیم کی گئی ہے۔ نیز مرزا نے لکھا:

8...... ان فرقۃ من الیھود لکانوا کافرین بوجود القیامۃ فاخبرھم اللّٰہ علٰی لسان بعض انبیائہ ان ابنا من قومھم یولد من غیر اب و ھذا یکون ایۃ لھم علی وجود القیامۃ. (حمامۃ البشریٰ صفحہ 90 خزائن جلد 7 صفحہ 316)

''یعنی ایک فرقہ یہود کا قیامت کے وجود سے منکر تھا۔ خدا نے بعض انبیاء کی زبانی ان کو خبر دی کہ تمہاری قوم میں ایک لڑکا بلا باپ پیدا ہوگا۔ یہ قیامت کے وجود پر ایک نشانی ہے۔''

اس میں ہمارا استدلال صرف اتنا ہے کہ وانہ لعلم للساعۃ میں انہ کی ضمیر کا مرجع مرزا صاحب نے بھی عیسیٰ علیہ السلام کو قرار دیا ہے۔ فھو المقصود باقی مرزا کا

یہ کہنا کہ قیامت کی نشانی میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش مراد ہے۔ جبکہ اس کے مقابلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہ و تابعین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قیامت کی نشانی ہے۔ اب مرزائی فیصلہ کریں کہ مرزا کی تفسیر مانی جائے یا صحابہ رضی اللہ عنہ و تابعین رحمۃ اللہ علیہ کی؟ ان واضح شہادتوں کے بعد بھی کوئی نہ مانے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی سمجھ نصیب فرمائیں۔



اعتراض...... 1: از مرزا غلام احمد صاحب

''حق بات یہ ہے کہ انــہ کی ضمیر قرآن شریف کی طرف پھرتی ہے اور آیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن شریف مردوں کے جی اٹھنے کے لیے نشان ہے کیونکہ اس سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں۔'' (ازالہ اوہام صفحہ 424 خزائن جلد 3 صفحہ 322)

مرزا صاحب نے کوئی دلیل انہ کی ضمیر کو قرآن شریف کے لیے متعین کرنے کے حق میں بیان نہیں کی۔ سوائے اس کے کہ ہٗ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کے لیے ماننے سے مرزا صاحب کی مسیحیت معرضِ ہلاکت میں آ جاتی ہے۔ اگر ہم ثابت کر دیں کہ انــہٗ کی ضمیر قرآن کریم کی طرف راجع نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھرتی ہے تو مرزا صاحب کی یہ ''حق بات ہے'' کی حقیقت الم نشرح ہو کر رہ جائے گی۔ سنیے۔

جواب......1

سیاق و سباق میں بحث صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہستی کی ہے نہ قرآن کریم کی۔ پس جس کا ذکر ہی نہیں۔ اس کی طرف خواہ مخواہ ضمیر کو پھیرنا اگر سکھا شاہی نہیں تو اور کیا ہے۔

2......ہم نے قادیانی مسلمات کی رو سے ثابت کر دیا ہے کہ انــہٗ سے مراد حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول ہے۔ اگر مرزا صاحب اس کا انکار کریں گے تو حسب فتویٰ خود کافر و فاسق ہو جائیں گے۔

3......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ انہٗ کی ضمیر کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیرتے ہیں جن کے متعلق مرزا صاحب کا ارشاد......

(ازالہ اوہام صفحہ 247 خزائن جلد 3 صفحہ 225)

''ناظرین پر واضح ہوگا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ قرآن کریم کے سمجھنے میں اوّل نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارہ میں ان کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک دعا بھی ہے۔''

اب کس کا منہ ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جیسی عظیم الشان ہستی کا فیصلہ رد کرے؟

4......مرزا صاحب یا ان کی جماعت اپنی تائید میں اور ہماری مخالفت میں 86 گذشتہ مجددین، مسلمہ قادیانی، میں سے کسی ایک کو بھی پیش نہیں کر سکتے۔

5......خود مرزا صاحب کے مرید انہٗ کی ضمیر کے قرآن کی طرف پھرنے سے منکر ہیں۔

چنانچہ سید سرور شاہ قادیانی ضمیمہ اخبار بدر قادیان 6 اپریل 1911ء میں لکھتے ہیں۔

''ہمارے نزدیک تو اس کے آسان معنی یہ ہیں کہ وہ (مثیل مسیح) ساعت کا علم ہے۔''



نوٹ:

قادیانی سرور شاہ کا علم اسی بات سے اظہر من الشمس ہوا جاتا ہے کہ مسیح کے ساتھ مثیل کی دم اپنی طرف سے بڑھا دی ہے۔ اگر ایسا کرنا جائز قرار دیا جائے تو قرآن شریف کی تفسیر ہر ایک آدمی اپنے حسب منشاء کر سکتا ہے مثلاً جہاں رسولِ کریم کا اسم مبارک ہے وہاں بھی کہہ دیا جائے کہ اس سے مثیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں جو قادیانیوں کے نزدیک (نعوذ باللہ) مرزا صاحب ہیں۔

6......مرزا صاحب کے بڑے فرشتہ سید محمد احسن امروہی مرزا صاحب کی تردید میں یوں فرماتے ہیں۔

الف۔ ''دوستو! یہ آیت وانہٗ لعلم للساعۃ سورۃ زخرف میں ہے اور بالاتفاق تمام مفسرین کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کے واسطے ہے۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔'' (اخبار الحکم 28 فروری 1909ء)

ب۔ ''آیت دوم میں تسلیم کیا کہ ضمیر انہٗ کی طرف قرآن شریف یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راجع نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف راجع ہے۔''

(اعلام الناس حصہ دوم صفحہ 52)

قادیانی اعتراض...... 2

از مرزا صاحب

''ظاہر کہ خدا تعالیٰ اس آیت کو پیش کر کے قیامت کے منکرین کو ملزم کرنا چاہتا ہے کہ تم اس نشان کو دیکھ کر پھر مردوں کے جی اٹھنے سے کیوں شک میں پڑے ہو......اگر خدا تعالیٰ کا اس آیت میں یہ مطلب ہے کہ جب حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے تب ان کا آسمان سے نازل ہونا مردوں کے جی اٹھنے کے لیے بطور دلیل یا علامت کے ہوگا تو پھر اس دلیل کے ظہور سے پہلے خدا تعالیٰ لوگوں کو ملزم کیوں کر سکتا ہے کیا اس طرح اتمامِ حجت ہو سکتا ہے دلیل تو ابھی ظاہر نہیں ہوئی اور کوئی نام ونشان اس کا پیدا نہیں ہوا اور پہلے ہی سے منکرین کو کہا جاتا ہے کہ اب بھی تم یقین نہیں کرتے کیا ان کی طرف سے یہ عذر صحیح طور پر نہیں ہو سکتا کہ یا الٰہی ابھی دلیل یا نشان قیامت کا کہاں ظہور میں آیا جس کی وجہ سے فلاتمترن بھا کی دھمکی ہمیں دی جاتی ہے۔''

(ازالہ صفحہ 422 خزائن جلد 3 صفحہ 321)

جواب

مرزا صاحب کا یہ اعتراض ناشی از جہالت ہے۔ اپنی کم علمی سے وانہٗ لعلم للساعۃ کو فلا تمترن بھا کے لیے دلیل ٹھہرا لیا اور پھر اس دلیل کے غلط ہونے پر منطقی بحث شروع کر دی۔ اس آیت کا شانِ نزول جو مرزا صاحب نے ظاہر کیا ہے وہ محض ایجادِ مرزا ہے۔ ورنہ اصلی شانِ نزول ملاحظہ ہو اور کلام اللہ کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔

لما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک منہ یصدون وقالوا الھتنا خیر ام ھو ماضربوہ لک الا جدلا ط بل ھم قوم خصمون ان ھو الا عبد انعمنا علیہ وجعلناہ مثلاً لبنی اسرائیل ○ ولو نشاء لجعلنا منکم ملئکۃ فی الارض یخلفون ○ وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا و اتبعون ط ھذا صراط مستقیم ○ ''اور جب عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم کے متعلق (معترض کی طرف سے) ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا۔ تو یکا یک آپ کی قوم کے لوگ (مارے خوشی کے) چلانے لگے اور کہنے لگے کہ ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسیٰ علیہ السلام۔ ان لوگوں نے جو یہ مضمون بیان کیا ہے تو محض جھگڑنے کی غرض سے بلکہ یہ لوگ (اپنی عادت سے) ہیں ہی جھگڑالو۔ عیسیٰ علیہ السلام تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے (کمالات نبوت سے اپنا) فضل کیا تھا اور ان کو بنی اسرائیل کے لیے ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا تھا اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم میں سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے کہ وہ زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو قیامت (کے قرب) کا نشان ہیں۔ پس تم لوگ اس میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔''

معزز ناظرین! مرزا صاحب کی چالاکی ملاحظہ ہو کہ بمطابق مثل ''چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد'' خود شان نزول اس آیت کی کلام اللہ کی انھیں آیات میں موجود ہے اور وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، مشرکین کے بتوں کے متعلق ایک مثال ہے۔ باوجود اس کے مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ یہاں بحث قیامت سے ہے۔ قیامت کی بحث تو یہاں ہے ہی نہیں۔ وہ تکمیل کلام ومآل دنیا پر مذکور ہے چنانچہ ہم مرزا صاحب کے اپنے مانے ہوئے مجدد صدی نہم امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت سے مرزا صاحب کے تسلیم کردہ حبر الامت امام المفسرین ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کردہ شان نزول پیش کرتے ہیں۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز سورۂ انبیاء کی آیت انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم کے موافق یہ فرمایا کہ مشرک جن چیزوں کو پوجتے ہیں۔ وہ اور مشرک دونوں قیامت کے دن دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔ اس پر عبداللہ بن زبعری نامی ایک شخص نے کہا کہ نصاریٰ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پوجتے ہیں اور تم عیسیٰ علیہ السلام کو نبی اور ہمارے بتوں سے اچھا سمجھتے ہو۔ اس لیے جو حال ہمارے بتوں کا ہوگا وہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہوگا۔ عبداللہ بن زبعری کے اس جواب کو مشرک لوگوں نے بڑا شافی جواب جانا اور سب خوش ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ (درمنثور جلد 6 صفحہ 20 زیر آیت انہ لعلم

للساعة) باوجود اس قدر تصریح کے اگر پھر بھی قادیانی اپنی اس نامعقول دلیل پر جمے رہیں۔ تو ہمارا جواب بھی الزامی رنگ میں سن لیں اور کان کھول کر سنیں۔

2......مرزا صاحب اپنی کتاب (اعجاز احمدی صفحہ 21 خزائن جلد 19 صفحہ 130) پر لکھتے ہیں۔

''قرآن شریف میں ہے۔ انہ لعلم للساعة یعنی اے یہودیو! عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تمھیں قیامت کا پتہ لگ جائے گا۔''

3......''سورۂ طٰہٰ 16 میں اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے رسول کو بھی بطور ہدایت فرماتا ہے۔ ان الساعة آتیة فلا یصدنک عنها من لا یؤمن بها ''اے موسیٰ علیہ السلام! قیامت بے شک وشبہ آنے والی ہے۔ خبردار کوئی بے ایمان تجھے اس کے ماننے سے روک نہ دے۔'' یہاں اگر قادیانی طرز کلام کا اتباع کیا جائے تو سوال پیدا ہوگا کہ موسیٰ علیہ السلام کے سامنے قیامت کے آنے کی دلیل یا نشانی تو بیان نہیں کی گئی۔ صرف اس کے آنے کا اعلان کیا گیا ہے۔ پھر یہ اعلان اگلے حصہ آیت کے لیے دلیل کیسے ہوسکتا ہے؟ قادیانی جو جواب اس سوال کا دیں گے وہی جواب ہمارا بھی سمجھ لیں۔''

4......مرزا صاحب نے 1886ء میں پیش گوئی کی کہ محمدی بیگم دختر احمد بیگ ہوشیار پوری ضرور بضرور میرے نکاح میں آئے گی۔ پھر اس کے متعلق الہامات بھی شائع کیے۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھا۔ ''انا زوجنا کھا'' (انجام آتھم خزائن جلد 11 صفحہ 60)

یعنی اے مرزا ہم نے تیرا نکاح محمدی بیگم سے کر دیا ہے۔'' انتظار کرتے کرتے مرزا صاحب تھک گئے۔ آخر 1891ء میں مرزا صاحب سخت بیمار ہوئے موت کے خیال پر جب محمدی بیگم والی پیشگوئی میں جھوٹا ہونے کا خیال گزرا تو الہام ہوا۔

''الحق من ربک فلا تکونن من الممترین'' یعنی یہ بات تیرے رب کی طرف سے سچ ہے تو کیوں شک کرتا ہے۔''

(ازالہ اوہام صفحہ 398 خزائن جلد 3 صفحہ 306)

دیکھئے! یہاں مرزا صاحب کے خدا نے مرزا صاحب کو یقین دلانے کو صرف اتنا ہی کہا۔ ''الحق من ربک'' حالانکہ ابھی نکاح نہیں ہوا۔ پہلے ہی سے اس کے ہونے کا اعلان کر کے محض اعلان ہی کو دلیل قرار دیا جا رہا ہے۔ جس دلیل سے مرزا صاحب کے لیے ایک پیشگوئی کا اعلان دلیل ہوگیا۔ آئندہ حکم کے حق ہونے کا۔ اسی دلیل سے یہاں بھی انہ لعلم للساعة دلیل سمجھ لیں فلا تمترن بھا کی (ذرا غور سے سمجھئے) مگر یہ سب بیان ہمارا الزامی رنگ میں ہے۔ ورنہ مرزا صاحب کا یہ اعتراض مبنی ہے علوم عربیہ سے جہالت مطلقہ پر۔



مضحکہ خیز قادیانی تفسیر

1......''یہ کیسی بدبودار نادانی ہے جو اس جگہ لفظ ساعة سے مراد قیامت سمجھتے ہیں۔ اب مجھ سے سمجھو کہ ساعة سے مراد اس جگہ وہ عذاب ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد طیطوس رومی کے ہاتھ سے یہودیوں پر نازل ہوا تھا۔''

(اعجاز احمدی صفحہ 21 خزائن جلد 19 صفحہ 129)

2......''حق بات یہ ہے کہ انہ کی ضمیر قرآن شریف کی طرف پھرتی ہے اور آیت کے معنی یہ ہیں کہ قرآن شریف مردوں کے جی اٹھنے کے لیے نشان ہے کیونکہ اس سے مردہ دل زندہ ہوتے ہیں۔''

(ازالہ صفحہ 424 خزائن جلد 3 صفحہ 322)

3......ان فرقة من الیهود اعنی الصدوقین کانوا کافرین بوجود القیامة فاخبرهم اللّٰه علیٰ لسان بعض انبیاء ہ ان ابناً من قومهم یولد من غیر اب وهذا یکون آیة لهم علی وجود القیامة فالی هذا اشار فی آیة وانه لعلم للساعة.

''یہود کا ایک فرقہ صدوقین نامی قیامت کے وجود سے منکر تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے بعض نبیوں کے واسطے سے انھیں خبر دی کہ ان کی قوم میں سے ایک لڑکا بغیر باپ کے پیدا ہوگا اور وہ قیامت کے وجود پر دلیل ہوگا پس اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت وانه لعلم للساعة میں۔''

(حمامتہ البشریٰ صفحہ 90 خزائن جلد 7 صفحہ 316)

4......''ان المراد من العلم تولده من غیر اب علی طریق المعجزة کما تقدم ذکره فی الصحف السابقة''

(الاستفتاء ضمیمہ حقیقت الوحی صفحہ 49 خزائن جلد 22 صفحہ 672)

''العلم سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ کے پیدا ہونا ہے بطور معجزہ کے جیسا کہ پہلی کتابوں میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔''

نوٹ:

مرزا صاحب معلوم ہوتا ہے فن مناظرہ اور اس کے اصولوں سے جاہل مطلق تھے۔ دلیل تو وہ قابل قبول ہوتی ہے جو مخالف کے ہاں قابل قبول ہو بلکہ جس کا رد کرنا مخالف سے آسان نہ ہو۔ ایسی دلیل کو پیش کرنا جس کو مخالف صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ یہ مرزا صاحب جیسے پنجابی نبی ہی کی شان ہی ہوسکتی ہے۔ ورنہ دلیل تو ایسی ہو کہ مخالف کے نزدیک بھی وہ قابل قبول اور حجت ہوسکے جیسا کہ ہم حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے ثبوت میں قادیانی مسلمات پیش کر کے قادیانی افراد سے قبول حق کی اپیل کر رہے ہیں۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ بقولِ مرزا صاحب یہودی (صدوقین) قیامت کے وجود سے منکر تھے۔ ان کے سامنے بقولِ مرزا صاحب قیامت کے وجود پر دلیل یہ پیش کی جاتی ہے۔ دیکھو ہم نے ایک لڑکا (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) بغیر باپ کے پیدا کیا ہے۔ یہودی تو اس دلیل ہی کے صحیح اور حجت ہونے سے منکر تھے۔ وہ تو کہتے تھے اور عقیدہ رکھتے تھے اور اب بھی رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام (نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد) ولد الزنا تھے جو دلیل خود محتاج دلیل ہو۔ وہ دلیل کیا ہوئی؟ پس مرزا صاحب کی تفسیر بھی قرآنِ کریم کے ساتھ تلعب ثابت ہوئی۔

5..... تفسیر سید سرور شاہ صحابی مرزا۔

مرزا صاحب کا ایک بہت بڑا صحابی سرور شاہ قادیانی اپنے نبی مرزا صاحب کی تردید عجیب طرز سے کرتا ہے۔ لکھتا ہے۔

''مسیح کے بے باپ ولادت دلیل کس طرح بن سکتی ہے۔ ہمارے نزدیک تو اس کے آسان معنی یہ ہیں کہ وہ مثیل مسیح ساعة (قیامت) کا علم ہے۔''

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان 6 اپریل 1911)

2..... تفسیر از مولوی سید محمد احسن امروہی جو مرزا صاحب کے اکابر صحابہ میں سے تھا اور مرزا صاحب کا فرشتہ کہلاتا تھا۔ اعلام الناس حصہ دوم صفحہ 56 پر انہ کی ضمیر عیسیٰ علیہ السلام کی طرف راجع ہے۔

محترم ناظرین! ہم نے قادیانی جماعت کی چھ تفسیریں جن میں سے چار مرزا صاحب کی اپنی ہیں۔ آپ کے سامنے پیش کی ہیں۔ ان کا باہمی تضاد اظہر من الشمس ہے۔ میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا۔ کلام اللہ سے دو آیتیں اور مرزا صاحب اور ان کے حواری کے اقوال اور انجیل کی تصدیق پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتا ہوں۔

1..... پہلی آیت سورۂ حجرہ 72 کی ہے۔

''**انهم لفی سکرتهم یعمهون.** ''وہ اپنی بیہوشی میں گمراہ پھر رہے ہیں۔

2..... دوسری آیت سورۂ نساء 82 میں ہے۔

''**ولو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافًا کثیرا.**

''اگر یہ کلامُ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔''

مرزا صاحب اور ان کی جماعت اپنی خود غرضی کے لیے اسلامی تفسیر کو چھوڑ کر گمراہی میں سرگردان ہیں۔ کبھی کچھ کہتے ہیں اور کبھی کچھ۔ مرزا قادیانی فرماتے ہیں۔

1..... ''ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا تو انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔''

(ست بچن صفحہ 31 خزائن جلد 10 صفحہ 143)

2..... ''جھوٹے پر خدا کی لعنت...... جھوٹے کے کلام میں تناقض ضرور ہوتا ہے۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 111 خزائن جلد 21 صفحہ 275)

3. ایک مخبوط الحواس کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض اپنے کلام میں رکھتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 184 خزائن جلد 22 صفحہ 191)

نوٹ:

مرزا صاحب نے اس آیت کی جس قدر تفسیریں کی ہیں۔ ان میں سے ہم نے صرف چار پیش کی ہیں اور دو ان کے حواریوں کی درج کی ہیں۔

1......ساعة سے مراد وہ عذاب جو عیسیٰ علیہ السلام کے بعد طیطوس رومی کے ذریعہ یہود پر نازل ہوا۔

2......اس سے مراد قرآن مجید۔

3......اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا بغیر باپ پیدا ہونا۔

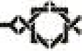
4......اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ بطور معجزہ پیدا ہونا۔

5......اس سے مراد مثیل مسیح۔

6......اس سے مراد عیسیٰ علیہ السلام۔ ان سب کی سب کا آپس میں تضاد و تناقض ظاہر ہے۔ پس مرزا صاحب معہ اپنے صحابہ اپنے ہی فتویٰ کی رو سے۔ پاگل، منافق، جھوٹے پر خدا کی لعنت اور مخبوط الحواس ثابت ہوئے۔ مرزا صاحب کے حواری مرزا خدا بخش مصنف ''عسل مصفیٰ'' جلد اوّل کے صفحہ 419 پر علماء اسلام کی تفسیر میں اختلاف مزعومہ کے بارہ میں لکھتے ہیں۔

''یہ چھ قسم کے معانی علماء متقدمین و متاخرین نے کیے ہیں اور یہی معانی میری نظر سے گزرے ہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر علماء ومفسرین کو یقینی معنی معلوم ہوتے تو وہ کیوں اس قدر چکر کھاتے اور کیوں دور از قیاس رائے ظاہر کرتے۔ جب ہم ان معانی پر غور سے نظر کرتے ہیں تو سیاق کلام...... کے خلاف پاتے ہیں۔''

ناظرین! قادیانی تفسیر کے متعلق یہی عبارت پڑھ دیں صرف ''علماء متقدمین و متاخرین کی بجائے ''مرزا اور ان کے حواری'' سمجھ لیں۔



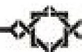
تصدیق از انجیل

حضرات! یہ تو آپ بخوبی سمجھتے ہیں کہ کلام اللہ، انجیل یا تورایت کی نقل نہیں ہے بلکہ ایک بالکل الگ اور براہ راست سلسلہ وحی ہے۔ پس جہاں کہیں قرآن کریم اور انجیل کے مضمون میں مطابقت لفظی یا معنوی عرصہ ظہور میں آجائے وہاں وہی معنی قابل قبول ہوں گے جو متفق علیہ ہیں۔ خود مرزا قادیانی ہماری تصدیق میں لکھ گئے ہیں۔

''فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتابوں کے واقعات پر نظر ڈالو تا اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے۔'' (ازالہ اوہام صفحہ 617 خزائن جلد 3 صفحہ 433)

سو ہم نے جب موافق اس حکم کے نصاریٰ کی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو مندرجہ ذیل عبارت نظر پڑی۔ (انجیل متی باب 24 آیت 3-31)

''جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا تو اس کے شاگرد الگ اس کے پاس آ کر بولے۔ ہمیں بتا کہ یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہے۔ (انہ لعلم للساعة قرآن کریم) یسوع نے جواب میں ان سے کہا خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کردے کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے...... اس وقت اگر تم میں سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے...... میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے...... پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے تو باہر نہ جانا۔ دیکھو وہ کوٹھڑیوں میں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوندھ کر پچھم تک دکھائی دیتی ہے۔ ویسے ہی ابن مریم کا آنا ہوگا...... ابن مریم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گے۔''



یہی مضمون (انجیل مرقس باب 13 اور انجیل لوقا باب 21) میں مرقوم ہے۔ انجیل کے اس مضمون سے مندرجہ ذیل نتائج نکلتے ہیں۔

1......حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام خود دوبارہ نازل ہوں گے کیونکہ اپنے تمام نام نہاد مثیلوں سے بچنے کی ہدایت کر رہے ہیں۔

2......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا قیامت کی نشانی ہے۔

3......جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے۔

حیات مسیح علیہ السلام کی چھٹی دلیل

وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ عَنْکَ اِذْ جِئْتَھُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ اِنْ ھٰذَا اِلَّا سِحْرٌ مُّبِیْنٌo

(سورۃ مائدہ۔آیت نمبر110)

''اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو لے کر آیا ان کے پاس نشانیاں تو کہنے لگے کافر تھے جو ان میں،اور کچھ نہیں یہ تو جادو ہے صریح۔''

فائدہ:

معجزات اور فوق العادت تصرفات کو جادو کہنے لگے اور انجام کار حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کے در پے ہوئے حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔اس طرح یہود کو ان کے ناپاک مقاصد میں کامیاب ہونے سے روک دیا گیا۔(تفسیر عثمانی)

استدلال

من جملہ ان نعمتوں کے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو دی گئیں ایک یہ ہے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَائِیْلَ عَنْکَ اور اس وقت کو یاد کر کہ جب بنی اسرائیل کو تیرے پاس آنے سے بھی روک دیا۔پس اگر خدانخواستہ قتل اور صلب میں کامیاب ہوگئے تو پھر اس تطہیر اور کف کے وعدہ اور انعام کی کوئی حقیقت باقی نہیں رہتی۔

واذ کففت میں کف کا مفعول بنی اسرائیل کو بنایا ہے نہ کہ کاف ضمیر مخاطب کو۔یعنی میں نے دور ہٹائے رکھا بنی اسرائیل (یہود) کو تجھ سے۔یہ نہیں فرمایا کففتک عن بنی اسرائیل (ہٹادیا تجھ کو بنی اسرائیل سے) کیونکہ ضرر پہنچانے کا ارادہ یہودیوں کا تھا پس انہی کو ہٹائے رکھنے کا ذکر مناسب ہے (دوم) یہ کہ کف کا صلہ عن ذکر کیا ہے جو بعد کے لیے آتا ہے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے لِنَصْرِفَ عَنْہُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ (سورہ یوسف24) ہم نے یوسف علیہ السلام سے برائی اور بے حیائی کو دور ہٹادیا، یہ نہیں فرمایا نصرفک عن السوء والفحشاء (یوسف علیہ السلام کو برائی سے ہٹادیں) یہ اگر ہوتا تو شبہ ہوتا، کہ یوسف علیہ السلام کے دل میں برائی (قصد زنا) آ گئی تھی بلکہ اللہ نے برائی اور بدی کے ارادہ کو ہی دور دور رکھا اور یوسف علیہ السلام تک پہنچنے ہی نہ دیا۔اسی طرح اللہ نے یہود کو حضرت مسیح علیہ السلام سے دور دور رکھا۔جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہے وَاِذْ اَنْجَیْنٰکُمْ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَکُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ.(بقرہ49)

''اے بنی اسرائیل اس وقت کو یاد کرو کہ جب ہم نے تم کو فرعونیوں کے عذاب سے بچایا اور نجات دی''

اس لیے کہ اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عنوان اختیار فرماتے تو یہ شبہ ہوتا کہ بنی اسرائیل کی طرح عیسیٰ علیہ السلام نے بھی دشمنوں سے ایذائیں اور تکلیفیں اٹھائیں مگر اخیر میں اللہ نے ان مصائب اور تکالیف سے نجات دی۔عیسیٰ علیہ السلام کو کوئی ایذا تو کیا پہنچا تا وہ خود بھی ان تک نہ پہنچ سکا۔اللہ نے دشمنوں کو دور ہی رکھا اور کسی بدذات کو پاس بھی نہ پھٹکنے دیا اور جبرائیل علیہ السلام کو بھیج کر آسمان پر اٹھالیا۔تمام تفاسیر معتبرہ میں یہی تفسیر مذکور ہے۔

مرزا صاحب کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے رہا ہو کر کشمیر پہنچے اور ستاسی سال کے بعد کشمیر میں وفات پائی۔حالانکہ کشمیر اس وقت کفر اور شرک اور بت پرستی کا گھر تھا جو ملک شام سے کسی طرح بہتر نہ تھا۔شام حضرات انبیاء کا مسکن اور وطن تھا اور اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا کہ میں تجھ کو کافروں سے پاک کرنے والا ہوں۔نیز عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے کما قال تعالیٰ وَرَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَائِیْلَ ان کی نبوت صرف بنی اسرائیل کے لیے تھی۔لہٰذا بنی اسرائیل کو چھوڑ کر کشمیر جانے کے کیا معنی؟



استدلال......2

کف کے لفظی معنی ہیں۔بازگردنیدن یعنی روکے رکھنا۔

قرآن مجید میں یہ لفظ کئی مقامات پر استعمال ہوا ہے۔

1......وَیَکُفُّوْٓا اَیْدِیَھُمْ (نساء91)

2......فَکَفَّ اَیْدِیَھُمْ عَنْکُمْ (مائدہ11)

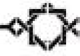
3......کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ.(نساء17)

4......وَ كَفَّ اَيۡدِیَ النَّاسِ عَنۡكُمۡ.(الفتح20)

5......هُوَ الَّذِیۡ كَفَّ اَيۡدِيَهُمۡ عَنۡكُمۡ وَ اَيۡدِيَكُمۡ عَنۡهُمۡ بِبَطۡنِ مَكَّةَ مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ اَظۡفَرَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ.(الفتح24)

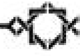
آخری آیت میں خصوصاً کف کے مفعول کوعن کے مجرور سے بکلی روکا گیا ہے۔''اور وہ (اللہ) وہی ہے جس نے روک رکھے ان کے ہاتھ تم سے اور تمھارے ہاتھ ان سے مکہ کے قریب میں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے قابو یا تم کو ان پر''اس آیت میں صلح حدیبیہ کی طرف اشارہ ہے۔احمدی فریق کو بھی تسلیم ہے کہ حدیبیہ میں مطلقاً کوئی لڑائی نہیں ہوئی۔جیسا کہ تمام مفسرین ومؤرخین کا اس پر اتفاق ہے۔دوسری آیت فکف ایدیھم عنکم (مائدہ11) پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے۔''اے مسلمانو تم اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب کفار نے تم پر دست درازی کرنی چاہی تو ہم نے ان کے ہاتھ تم سے روکے رکھے۔''

ناظرین!جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے قتل کرنے کی کوشش کی اور قتل کا مکمل انتظام کرلیا۔بعینہ اسی طرح بنونضیر کے یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بال بال محفوظ رکھا۔جیسا کہ تمام مفسرین نے (سورۃ مائدہ آیت 11) کے تحت لکھا ہے۔احمدی اپنے مسلمہ مجدد ابن کثیرؒ کی تفسیر کو اس آیت کے تحت میں ملاحظہ کریں۔جس طرح کف کا لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال ہوا۔بعینہ وہی لفظ و اذ کففت بنی اسرائیل عنک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے استعمال ہوا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود کے شر سے محفوظ رکھنے پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کا حکم ہوا۔اس طرح عیسیٰ علیہ السلام کو یہود کے شر سے محفوظ رکھنے پر اللہ تعالیٰ شکریہ کا حکم فرمائیں گے اور اپنا انعام یاد کرائیں گے۔



عجیب نکتہ

حدیبیہ میں دونوں گروہ مسلمان اور کفار آمنے سامنے ہوئے لیکن ایک دوسرے سے لڑائی کا مرحلہ نہیں آیا۔یعنی ایک دوسرے تک ہاتھ نہیں پہنچے فکف ایدیھم عنکم' کف کا مفعول ایدی اور عن کا مجرور ضمیریں ہیں۔یعنی دونوں فریقوں کا اجتماع تو ہوا لیکن لڑائی نہیں ہوئی مگر آیت و اذ کففت بنی اسرائیل عنک میں اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ اذ کففت ایدی بنی اسرائیل عنک کہ میں نے ان کے ہاتھ آپ سے روکے رکھے بلکہ فرمایا کہ یہود کو عیسیٰ علیہ السلام سے روکے رکھا کہ وہ آپ کے قریب تک نہیں بھٹکے یعنی جب یہود عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا۔وہ آپ کے قریب تک نہیں آسکے۔تمام تدبیروں کے باوجود عیسیٰ علیہ السلام کے قریب پہنچنے سے روک لیا وہ ان کی پہنچ سے باہر (آسمان پر) تھے۔



تفسیری شواھد......1

(تفسیر ابن کثیر جلد1 صفحہ 115) زیر آیت مذکور ہے۔

''اذکر نعمتی علیک فی کفی ایاھم عنک اذ جئتھم با البراھین والحجۃ القاطعۃ علی نبوتک و رسالتک من اللّٰہ الیھم فکذبوک واتھموک بانک ساحر و سعوا فی قتلک و صلبک منجّیک منھم و رفعتک الی وطھرتک من دنسھم و کفیتک شرھم وھذا یدل علی الامتنان کان من اللّٰہ الیہ بعد رفعہ الی السماء الدنیا او یکون ھذا الامتنان واقعاً یوم القیامۃ و عبر عنہ بصیغۃ الماضی دلالۃ علی وقوعہ لا محالۃ و ھذا من اسرار الغیوب التی اطلع اللّٰہ علیھا نبیہ محمدصلی اللہ علیہ وسلم۔''

''(عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے) کہ میری نعمتوں کو یاد کریں کہ جب یہودیوں کو آپ سے میں نے روکے رکھا جب آپ ان کے پاس فیصلہ کن دلائل و براہین اور رسالت، اللہ تعالیٰ سے لے کر آئے تو انھوں نے آپ کی تکذیب کی۔جادوگری کا اتہام لگایا۔آپ کے قتل و پھانسی کے درپے ہوئے۔میں (اللہ تعالیٰ) نے ان سے آپ کو بچایا اور اپنی طرف اٹھالیا اور ان کی بدی سے آپ کو پاک کیا اور ان کے شر سے محفوظ رکھا۔اللہ تعالیٰ نے ان انعامات کا تذکرہ آپ کے آسمان دنیا پر اٹھائے جانے کے بعد کیا یا قیامت کے دن ان انعامات کا تذکرہ فرمائیں گے۔(اگر قیامت کے دن فرمائیں گے تو پھر اذ قال اللّٰہ بصیغہ ماضی کیوں فرمایا؟) اس کی تعبیر ماضی سے اس لیے فرمائی کہ یہ یقینی امر ہے جو ہر حال میں ہوگا (گویا ہو چکا قیامت کے دن یہ کلام الٰہی عیسیٰ علیہ السلام سے ہوگا) یہ وہ غیب کے اسرار ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمادیا۔''

2......تفسیر خازن جلد2 صفحہ 539 پر ہے۔فقصد الیھود قتلہ فخلصہ اللّٰہ منھم و رفعہ الی السماء.''جب یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ

کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے آپ کو بچایا اور آسمان پر اٹھالیا۔''

3......معارف القرآن جلد4 صفحہ 153 حضرت کاندھلویؒ فرماتے ہیں۔

''جبکہ میں (اللہ تعالیٰ) نے بنی اسرائیل یعنی یہودیوں کو تیرے پاس آنے سے روک دیا اور انھوں نے جو تیرے قتل کا ارادہ اور صلیب کا منصوبہ بنایا تھا اس کو میں نے یک لخت ملیامیٹ کر دیا اور تجھ کو صحیح وسالم زندہ آسمان پر اٹھالیا اور وہ تجھے کوئی ضرر نہ پہنچا سکے۔''

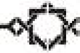
4......تفسیر کبیر جلد12 صفحہ 127 زیر آیت بالا حضرت علامہ رازیؒ فرماتے ہیں۔

''انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لما اظھر ھذہ المعجزات العجیبہ قصد الیھود قتلہٗ فخلصہ اللّٰہ تعالیٰ منھم حیث رفعہ الی السماء''حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب ان معجزات کا ظہور ہوا تو یہود نے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے یہود سے عیسیٰ علیہ السلام کو بچا کر آسمان پر اٹھالیا۔''

5......معالم العرفان جلد5 صفحہ 480 پر ہے۔

''عیسیٰ علیہ السلام گھبراؤ نہیں میں ان کے ناپاک ہاتھ تم تک نہیں پہنچنے دوں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بحفاظت آسمان پر اٹھالیا۔''

قارئین محترم! اللہ رب العزت نے یہود کی دست وبرد سے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو ایسے طور پر محفوظ رکھا کہ وہ ان کی پہنچ سے باہر ہو گئے۔ یہود ان کے قریب نہ بھٹک سکے۔ ان تفسیری تصریحات کے باوجود مرزا صاحب کا کیا موقف ہے؟ وہ ملاحظہ کریں۔



مرزا صاحب کا موقف

1......''اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا۔ اذ کففت بنی اسرائیل عنک یعنی یاد کر وہ زمانہ جب کہ بنی اسرائیل کو جو قتل کا ارادہ رکھتے تھے میں نے تجھ سے روک دیا۔ حالانکہ تواتر قومی سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہودیوں نے گرفتار کر لیا تھا اور صلیب پر کھینچ دیا تھا لیکن خدا نے آخر جان بچادی۔ پس یہی معنی اذ کففت کے ہیں۔'' (ضمیمہ نزول المسیح صفحہ 151 خزائن جلد18 صفحہ 528)

2......اسی مضمون کو مرزا صاحب دوسری جگہ اس طرح لکھتے ہیں۔

''پھر بعد اس کے مسیح علیہ السلام ان کے حوالہ کیا گیا اور اس کو تازیانے لگائے گئے اور جس قدر گالیاں سننا اور فقیہوں اور مولویوں کے اشارہ سے طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے اڑائے جانا اس کے حق میں مقدر تھا سب نے دیکھا۔ آخر صلیب دینے کے لیے تیار ہوئے......تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح علیہ السلام کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا۔ تا شام سے پہلے ہی لاشیں اتاری جائیں۔ مگر اتفاق سے اسی وقت ایک سخت آندھی آ گئی......انھوں نے تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اتار لیا......سو پہلے انھوں نے چوروں کی ہڈیاں توڑیں......جب چوروں کی ہڈیاں توڑ چکے اور مسیح علیہ السلام کی نوبت آئی تو ایک سپاہی نے یوں ہی ہاتھ رکھ کر کہہ دیا کہ یہ تو مر چکا ہے۔ کچھ ضرور نہیں کہ اس کی ہڈیاں توڑی جائیں اور ایک نے کہا میں ہی اس لاش کو دفن کروں گا......پس اس طور سے مسیح زندہ بچ گیا۔''

(ازالہ اوہام صفحہ 380-382 خزائن جلد3 صفحہ 295-297)

3......مرزا نے مزید تشریح یوں کی ہے۔

''مسیح علیہ السلام پر جو مصیبت آئی کہ وہ صلیب پر چڑھایا اور کیلیں اس کے اعضاء میں ٹھوکی گئیں۔ جن سے وہ غشی کی حالت میں ہو گیا۔ یہ مصیبت درحقیقت موت سے کچھ کم نہ تھی۔'' (ازالہ اوہام صفحہ 392 خزائن جلد3 صفحہ 302)

4......مرزا لکھتے ہیں

''اب بھی خدا تعالیٰ کا وہ غصہ نہیں اترا جو اس وقت بھڑکا تھا جبکہ اس ''وجیہہ'' نبی کو گرفتار کرا کر مصلوب کرنے کے لیے کھوپری کے مقام پر لے گئے تھے اور جہاں تک بس چلا تھا ہر ایک قسم کی ذلت پہنچائی تھی۔'' (تحفہ گولڑویہ صفحہ 107 خزائن جلد17 صفحہ 200)

مرزا صاحب ملعون کے ان چار حوالہ جات سے ذیل کے نتیجے اخذ ہوتے ہیں۔

1......عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کیا گیا۔

2......عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر کھینچا گیا۔

3......عیسیٰ علیہ السلام یہود کے حوالہ ہوئے۔

4......عیسیٰ علیہ السلام کو تازیانے (کوڑے) لگائے گئے۔

5......عیسیٰ علیہ السلام نے گالیاں سنیں۔

6......عیسیٰ علیہ السلام کو طمانچے مارے گئے۔

7......عیسیٰ علیہ السلام سے ٹھٹھا وہنسی ہوئی۔

8......عیسیٰ علیہ السلام چوروں کے ساتھ صلیب دیے گئے۔

9......عیسیٰ علیہ السلام پر مصیبت آئی۔

10......عیسیٰ علیہ السلام کے اعضاء میں کیلیں ٹھونکی گئیں۔

11......عیسیٰ علیہ السلام بیہوش ہوگئے۔

12......عیسیٰ علیہ السلام کی یہ مصیبت موت سے کم نہ تھی۔

13......عیسیٰ علیہ السلام وجیہ نبی کو گرفتار کیا گیا۔

14......عیسیٰ علیہ السلام کو ہر قسم کی ذلت پہنچائی تھی۔

چودھویں صدی کے سباب وکذاب اعظم مرزا صاحب کی عبارتوں سے یہ چودہ نتائج برآمد ہوئے۔ اس احمدی تفسیر پر مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں۔ تاہم بقول مرزا صاحب کہ جب ہر ممکن ذلت وخواری میں مسیح علیہ السلام کو خدا نے مبتلا کرایا۔ یہاں تک کہ وہ ایسے بے ہوش ہوگئے کہ دیکھنے والے انھیں مردہ تصور کر کے چھوڑ گئے۔ کیا اس کے بعد بھی خدا کو یہ حق پہنچتا ہے کہ یوں کہے بالفاظ مرزا

''یاد کر وہ زمانہ جب بنی اسرائیل کو جو قتل کا ارادہ رکھتے تھے میں نے تجھ سے روک لیا۔''

(نزول المسیح صفحہ 151 خزائن جلد 18 صفحہ 528)

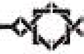
اس آیت کی ابتداء میں باری تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرماتے ہیں۔ اذکر نعمتی یعنی یاد کر میری نعمتیں۔'' انھیں نعمتوں میں سے ایک نعمت بنی اسرائیل سے حضرت مسیح علیہ السلام کو بچانا بھی ہے۔ دنیا جہاں میں ایسے موقعوں پر سینکڑوں دفعہ ایک انسان دوسروں کے نرغہ سے بال بال بچ جاتا ہے۔ پس اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بال بال بھی بچ گئے ہوتے جب بھی اس بچانے کو مخصوص طور پر بیان کرنا باری تعالیٰ کی شانِ عالی کے لائق نہ تھا۔ ایسا بچ جانا عام بات ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزانہ رنگ اور عجیب طریقہ سے یہود کے درمیان سے بچ کر آسمان پر چلا جانا ایک خاص نعمت ہے۔ جس کو باری تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سامنے بیان کر کے شکریہ کا مطالبہ کر سکتے ہیں۔ ورنہ اگر مرزا صاحب کا بیان اور تفسیر صحیح تسلیم کر لی جائے تو کیا اس نعمت کے شکریہ کے مطالبہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام یوں کہنے میں حق بجانب نہ ہوں گے؟ یا اللہ یہ بھی آپ کا کوئی مجھ پر احسان تھا کہ تمام جہان کی ذلتیں اور مصائب مجھے پہنچائی گئیں۔ میرے جسم میں میخیں ٹھونکی گئیں۔ میں نے ''ایلی ایلی لما سبقتنی'' کی صدائیں دیں۔ یعنی اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا ہے۔ پھر بھی تیری غیرت جوش میں نہ آئی۔ اندھیری رات میں وہ مجھے مردہ سمجھ کر پھینک گئے۔ میرے حواریوں نے چوری چوری میری مرہم پٹی کی۔ میں یہود کے ڈر سے بھاگا بھاگا ایران اور افغانستان کے دشوار گزار پہاڑوں میں ہزار مشکلات کے بعد درۂ خیبر کے راستہ پنجاب، یو، پی، نیپال پہنچا اور وہاں کی گرمی کی شدت برداشت نہ کر سکنے کے سبب کوہ ہمالیہ کے دشوار گزار دروں میں سے گرتا پڑتا سری نگر پہنچا۔ وہاں 87 برس گمنامی کی زندگی بسر کر کے مرگیا اور وہیں دفن کر دیا گیا۔ اس میں آپ نے کون سا کمال کیا کہ مجھے نعمت کے شکریہ کا حکم دیتے ہیں؟ کیا یہ کہ میری جان جسم سے نہ نکلنے دی اور اس حالت کا شکریہ مطلوب ہے؟ سبحان اللہ واہ رے آپ کی خدائی۔ ہاں ایسی ذلت سے پہلے اگر میری جان نکال لیتا تو بھی میں آپ کا احسان سمجھتا۔ اب کون سا احسان ہے؟ اگر تو کہے کہ میں نے تیری جان بچا کر صلیب پر مرنے اور اس طرح ملعون ہونے سے بچا لیا تو اس کا جواب بھی سن لیں۔

1......کیا تیرا معصوم نبی اگر صلیب پر مرجائے تو واقعی تیرا یہی قانون ہے کہ وہ لعنتی ہو جاتا ہے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر جان بچانے کے کیا معنی؟

2......باوجود اپنی اس تدبیر کے جس پر آپ مجھ سے شکریہ کا مطالبہ چاہتے ہیں۔ یہودی اور عیسائی مجھے ملعون ہی سمجھتے ہیں۔ آپ کی کس بات کا شکریہ ادا کروں؟

3......اگر آپ کے ہاں نعوذ باللہ ایسا ہی عجیب قانون ہے کہ ہر معصوم مظلوم پھانسی پر چڑھائے جانے اور پھر مر جانے پر ملعون ہو جاتا ہے اور آپ نے مجھے لعنتی موت سے بچانا چاہا تو معاف کریں اگر میں یوں کہوں کہ آپ کا اختیار کردہ طریق کار صحیح نہ تھا جیسا کہ نتائج نے ثابت کر دیا۔ جس کی تفصیل نمبر 2 میں میں عرض کر چکا ہوں۔ اگر مجھے اپنی مزعومہ لعنتی موت سے بچانا تھا تو کم از کم یوں کرتے کہ ان کی گرفتاری سے پہلے مجھے موت دے دیتے تا کہ میری اپنی امت تو ایک طرف یقیناً یہودی بھی میری لعنتی موت کے قائل نہ ہو سکتے۔ پس مجھے بتایا جائے کہ میں کس بات کا شکریہ ادا کروں؟

معاذ اللہ یہ ہے وہ قدرتی جواب جو قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذہن میں آنا چاہیے۔ بشرطیکہ احمدی اقوالِ واہیہ کو ٹھیک تسلیم کر لیا جائے۔ ہاں اسلامی تفسیر کو صحیح تسلیم کر لیں تو وہ حالت یقیناً قابل ہزار شکر ہے۔ ہزار ہا یہود قتل کے لیے تیار ہو کر آتے ہیں۔ مکان کو گھیر لیتے ہیں۔ مکر و فریب کے ذریعہ گرفتاری کا مکمل سامان کر چکے ہیں۔ موت حضرت مسیح علیہ السلام کو سامنے نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ انی متوفیک و رافعک الی. یعنی ''(اے عیسیٰ علیہ السلام) میں تجھ پر قبضہ کرنے والا ہوں اور آسمان پر اٹھانے والا ہوں۔'' پھر اس وعدہ کو اللہ تعالیٰ پورا کرتے ہیں اور یوں اعلان کرتے ہیں۔ وایدناہ بروح القدس یعنی ہم نے مسیح علیہ السلام کو جبرائیل فرشتہ کے ساتھ مدد دی (جو انھیں اٹھا کر دشمنوں کے نرغہ سے بچا کر آسمان پر لے گئے) دوسری جگہ اس وعدہ کا ایفا یوں مذکور ہے: ماقتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ (یہود نے یقینی بات ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اٹھا لیا اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمان پر) اسی ایفاء وعدہ اور معجزانہ حفاظت کو بیان کر کے شکریہ کا مطالبہ کرتے ہیں اس آیت میں و اذ کففت بنی اسرائیل عنک یعنی اے عیسیٰ علیہ السلام یاد کر ہماری نعمت کو جب ہم نے تم سے بنی اسرائیل کو روک لیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر واجب ہے کہ گردن مارے احسان کے جھکا دیں اور یوں عرض کریں۔ رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی یا اللہ مجھے توفیق دے کہ میں واقعی تیری معجزانہ نعمتوں کا شکریہ ادا کروں۔



احمدی اعتراض...... 1:

از مرزا صاحب

''دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عصمت کا وعدہ کیا گیا تھا حالانکہ احد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت زخم پہنچے تھے اور یہ حادثہ وعدہ عصمت کے بعد ظہور میں آیا تھا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو فرمایا تھا و اذ کففت بنی اسرائیل عنک یعنی یاد کر وہ زمانہ کہ جب بنی اسرائیل کو جو قتل کا ارادہ رکھتے تھے۔ میں نے تجھ سے روک دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو یہودیوں نے گرفتار کر لیا تھا اور صلیب پر کھینچ دیا تھا لیکن خدا نے آخر جان بچا دی۔ پس یہی معنی اذ کففت کے ہیں۔ جیسا کہ واللہ یعصمک من الناس کے ہیں۔''

(نزول المسیح صفحہ 151 خزائن جلد 18 صفحہ 529 حاشیہ)

جواب...... 1

عَصَم کے معنی ہیں ''بچالینا'' یعنی دشمن کا طرح طرح کے حملے کرنا اور ان حملوں کے باوجود جان کا محفوظ رکھنا۔ لیکن کف کے معنی ہیں۔ روک لینا۔ یعنی ایک چیز کو دوسری تک پہنچنے کا موقعہ ہی نہ دینا۔ پس دونوں آپس میں ایک جیسے کس طرح ہو سکتے ہیں؟ ہم اس پر بھی مفصل بحث کر کے ثابت کر آئے ہیں کہ کَفّ کے استعمال کے موقعہ پر ضروری ہے کہ ایک فریق کو دوسرے فریق سے مطلق کسی قسم کا گزند نہ پہنچے۔ جب ہم شواہد قرآنی سے ثابت کر چکے ہیں کہ تمام قرآنِ کریم میں جہاں جہاں کَفّ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ مکمل حفاظت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے تو ان معنوں کے خلاف اس آیت کے معنی کرنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟ لیجئے! ہم خود مرزا صاحب کا اپنا اصول ایسے موقعہ پر صحیح معنوں کی شناخت کا پیش کر کے احمدی جماعت سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر ایمان کی ضرورت ہے تو اسلامی تفسیر کے خلاف اپنی تفسیر بالرائے کو ترک کر دو۔

''اگر قرآن شریف اوّل سے آخر تک اپنے کل مقامات میں ایک ہی معنوں کو استعمال کرتا ہے تو محل مبحوث میں بھی یہی قطعی فیصلہ ہوگا جو معنی...... سارے قرآن شریف میں لیے گئے ہیں وہی معنی اس جگہ بھی مراد ہوں۔'' (ازالہ اوہام صفحہ 330 خزائن جلد 3 صفحہ 267)

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ تمام قرآن شریف میں جہاں جہاں کف کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ انھیں مذکورہ بالا معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ پس محل نزاع میں اس کے

خلاف معنی کرنا حسب قولِ مرزا الحاد اور فسق ہوگا۔

2...... ایک لحہ کے لیے ہم مان لیتے ہیں۔نہیں بلکہ احمدی تحریف کی حقیقت الم نشرح کرنے کے لیے ہم فرض کر لیتے ہیں کہ **عصم** اور **کف** ہم معنی ہیں۔ پھر بھی احمدی ہی جھوٹے ثابت ہوں گے کیونکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وعدہ ''عصمت'' جو خدا نے کیا۔ وہ مکمل حفاظت کے رنگ میں ظاہر کیا۔ یقیناً احمدی دجل و فریب کا ناطقہ بند کرنے کو ایسا کیا گیا۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ **واللہ یعصمک من الناس** کی بشارت کے بعد رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کوئی جسمانی گزند بھی نہیں پہنچا سکے۔

احمدی کا یہ کہنا کہ جنگ احد میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زخمی ہونا اور دانت مبارک کا ٹوٹ جانا اس بشارت کے بعد ہوا ہے۔ یہ ''دو دونے چار روٹیاں'' والی مثال ہے اور احمدی کے تاریخ اسلام اور علوم قرآنی سے کامل اور مرکب جہالت کا ثبوت ہے۔

جنگ احد شوال 3ھ میں ہوئی تھی اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زخم اور دیگر جسمانی تکلیف بھی اسی ماہ میں لاحق ہوئی تھی جیسا کہ احمدی خود تسلیم کر رہا ہے۔ مگر یہ آیت **واللہ یعصمک من الناس** سورۂ مائدہ کی ہے۔ جو نازل ہوئی تھی 5ھ اور 7ھ کے درمیان زمانہ میں۔ دیکھو خود مرزا کا مرید محمد علی امیر جماعت لاہوری اپنی تفسیر بیان القرآن میں یوں رقمطراز ہے۔ ''ان مضامین پر جن کا ذکر اس سورۂ (مائدہ) میں ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے اور یہی رائے اکثر محققین کی بھی ہے کہ اس سورت کے اکثر حصہ کا نزول پانچویں اور ساتویں سال ہجری کے درمیان ہے۔ (بیان القرآن صفحہ 588) اب رہا سوال خاص اس آیت **وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس** کے نزول کا سو اس بارہ میں ہم احمدی نبی اور اس کی امت کے مسلّمہ مجدد صدی نہم علامہ جلال الدین سیوطیؒ کا قول پیش کرتے ہیں۔ ''**وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس فی صحیح ابن حبان عن ابی ھریرہؓ انھا نزلت فی السفر و اخرج ابن ابی حاتم و ابن مَرْدَوَیْۃ عن جابر انھا نزلت فی ذات الرقاع باعلیٰ نخل فی غزوۃ بنی انمار**'' (تفسیر اتقان جزو اوّل صفحہ 19) مطلب جس کا یہ ہے کہ غزوہ بنی انمار کے زمانہ میں یہ آیت سفر میں نازل ہوئی تھی جب اس آیت کا وقت نزول غزوہ بنی انمار کا زمانہ ثابت ہو گیا تو اس کی تاریخ نزول کا قطعی فیصلہ ہو گیا کیونکہ یہ بات تاریخ اسلامی کے ادنیٰ طالب علم سے بھی معلوم ہو سکتی ہے کہ غزوہ بنی انمار 5ھ میں واقع ہوا تھا۔ مفصل دیکھو کتب تاریخ اسلام ابن ہشام وغیرہ۔

لیجیے ہم اپنی تصدیق میں مرزا صاحب کا اپنا قول ہی پیش کرتے ہیں تا کہ مخالفین کے لیے کوئی جگہ بھاگنے کی نہ رہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ''لکھا ہے کہ اوّل مرتبہ میں جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابی کو برعایت ظاہر اپنی جان کی حفاظت کے لیے رکھا کرتے تھے۔ پھر جب یہ آیت **وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاس** نازل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو رخصت کر دیا اور فرمایا کہ اب مجھ کو تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں۔''

(الحکم 24 اگست 1899ء بحوالہ خزینۃ العرفان صفحہ 492) اس حوالہ میں مرزا نے تسلیم کر لیا کہ اس آیت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گزند نہیں پہنچی۔

مرزا صاحب کا سیاہ جھوٹ

پس مرزا صاحب کا یہ لکھنا

''کہ جنگ احد کا حادثہ وعدہ عصمت کے بعد ظہور میں آیا تھا'' بہت ہی گندہ اور سیاہ جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ جھوٹوں کے متعلق فرماتے ہیں۔ **لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْن** اور خود مرزا صاحب جھوٹ بولنے والے کے بارہ میں لکھتے ہیں۔ ''جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے۔''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 206 خزائن جلد 22 صفحہ 215)

احمدی اعتراض......2

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کفار نے آگ میں ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس آگ سے بچا لیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہود نے حضرت روح اللہ کو صلیب پر چڑھا دیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ رکھا اور ان کے ہاتھ سے مرنے نہ دیا تو اس میں کیا حرج ہے؟

جواب......1

جناب! وقائع اور امورِ تاریخیہ میں قیاس کو بالکل دخل نہیں ہوتا بلکہ ان کا مدار صرف روایت و شہادت ہی پر ہوتا ہے۔ وقائع میں قیاسات کے مفید نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وقوعِ حوادث کی صورت واحد دون آخر نہیں ہوتی۔ پس حضرت روح اللہ کے واقعہ کو قیاس محض سے واقعہ حضرت خلیل اللہ کا ہم رنگ بنانا جہالت و سفاہت ہے

کیونکہ صورت نجات اسی ایک طریق میں منحصر نہیں ہے۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی مَنْ لَهٗ اَدْنٰی تَاَمُّلٌ دیگر یہ۔

2...... کہ ہمارا دین سماعی ہے قیاسی نہیں یعنی جو امر جس طرح قرآن وحدیث میں وارد ہے۔ اسے اسی طرح تسلیم کرتے ہیں اور اپنے قیاسات سخیفہ اور خیالات ضعیفہ پر مدار نہیں رکھتے چونکہ قرآن مجید میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا آگ میں پڑنا اور پھر سلامت رہنا ذکر کیا گیا ہے اس لیے اس واقع کو اسی طرح مانتے ہیں اور چونکہ حضرت روح اللہ علیہ السلام کا صلیب پر نہ چڑھایا جانا اور یہود کا آپ کو مس تک بھی نہ کرسکنا مذکور ہے اس لیے اسی طرح یقین رکھتے ہیں۔ اپنے خیال وقیاس سے کچھ نہیں کہتے۔

حضرت خلیل اللہ کے واقعہ نار کی بابت سورۃ انبیاء میں فرمایا۔

قُلْنَا یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَاَرَادُوْ بِهٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِیْنَ (انبیاء69)

''ہم نے کہا اے آگ تو ابراہیم پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا اور انھوں نے ابراہیم سے داؤ کرنا چاہا تھا۔ پس ہم نے انہی کو نہایت زیاں کار کردیا۔''

اور سورت صافات میں اَلْاَسْفَلِیْنَ (نہایت پست) فرمایا سوان آیات میں امر یَا نَارُ کُوْنِی بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ میں اشارہ اس امر کا ہے کہ آپ آگ میں ڈالے گئے تھے کیونکہ امر یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا نہیں ہوسکتا جب تک آگ موجود نہ ہو (وجود خارجی بھی ہوتا ہے اور ذہنی بھی) خدا کے امر میں دونوں برابر ہیں۔ صورت اس کی یہ ہے کہ اگر خدا کے امر کے وقت مامور خارج میں موجود نہ ہو بلکہ خدا کے علم میں ہو تو خدا تعالی اس صورت علمیہ کو امر کرتا ہے تو لزوماً خارج میں اس کا وجود ہوجاتا ہے۔ چنانچہ فرمایا اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنَ (یٰسین 82) اور عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ صادق نہیں ہوسکتا۔ جب تک حضرت ابراہیم علیہ السلام اس میں واقع نہ ہوں۔ علاوہ اس کے یہ حدیث میں رفعاً وارد ہوا عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللّٰهصلی الله علیه وسلم لما القی ابراهیم علیه السلام فی النار قال اللهم انک واحد فی السماء وانا فی الارض واحد اعبدک (ابن کثیر جلد6 صفحہ 285) یعنی رسول اللہصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو آپ نے کہا اے خدا تو آسمان میں واحد (لاشریک) ہے اور (اس وقت) زمین میں صرف میں اکیلا تیری (خالص) عبادت کرتا ہوں الخ نیز (صحیح بخاری جلد2 صفحہ 655 کتاب التفسیر سورۃ آل عمران) میں حضرت ابن عباسؓ سے موقوفاً وارد ہے۔ عن ابن عباسؓ قال کان اخر قول ابراهیم حین القی فی النار حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے تو آخری بات جو آپ نے کی وہ یہ تھی حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ یعنی ''ہمیں صرف اللہ کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔'' پس اس سے واقعہ آگ صاف ثابت ہوگیا۔

3...... نیز یہ کہ کفار کو اَخْسَرِیْنَ اور اَسْفَلِیْنَ کردینا فرمایا اور خَاسِرِیْنَ وَ سَافِلِیْنَ نہ فرمایا کیونکہ اسم تفضیل میں اسم فاعل پر از روئے معنی زیادتی ہوتی ہے جیسا کہ اس کے نام ہی سے ظاہر ہے۔ پس کفار اَلْاَخْسَرِیْنَ یعنی سخت زیاں کار اور اَلْاَسْفَلِیْنَ یعنی نہایت پست اور ذلیل تب ہی ہوسکتے ہیں۔ جب اپنا سارا زور بل لگا چکیں اور اپنے اسباب کو استعمال میں لاچکیں اور پھر اپنے ارادے میں ناکام رہیں جیسا کہ (سورۂ کہف 102-103) میں فرمایا۔ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُکُمْ بِالْاَخْسَرِیْنَ اَعْمَالاً اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ یحسبون اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ''(اے پیغمبران سے) کہو کیا ہم تم کو بتائیں کہ اپنے اعمال میں کون نہایت زیاں کار رہتے ہیں۔ ایسے وہ لوگ ہوتے ہیں جن کی سعی اسی زندگی میں اکارت جائے اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نیک کام کرتے ہیں۔''



اس سے ظاہر ہے کہ اَخْسَرا اس کو کہتے ہیں جس کی سعی اکارت جائے اور نیز یہی وجوہات مذکورہ اس امر کی مؤید ہیں کہ کفار کا کید حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے خلاف صرف تدبیر تک ہی نہ رہا تھا بلکہ صورتِ فعلیہ میں سرزد ہوا تھا اور پھر وہ اس میں ناکام رہے۔ بخلاف حضرت مسیح علیہ السلام کے کہ کفار یہود کا مکر صورتِ فعلیہ میں صادر نہیں ہوا جیسا کہ وَمُطَهِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ اور وَاِذْ کَفَفْتُ سے ظاہر ہے۔

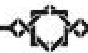
حیات مسیح علیہ السلام کی ساتویں دلیل

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ

(ال عمران45)

''جب کہا فرشتوں نے اے مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے اپنے ایک حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا۔ مرتبہ والا دنیا میں اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں۔''

حضرت مسیح علیہ السلام کو قرآن وحدیث میں کئی جگہ ''کلمۃ اللہ'' فرمایا ہے اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ (نساء171) یوں تو اللہ کے کلمات بیشمار ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (کہف109) لیکن بالتخصیص حضرت مسیح کو ''کلمۃ اللہ'' (اللہ کا حکم) کہنا اس حیثیت سے ہے کہ ان کی پیدائش باپ کے توسط کے بدون عام سلسلہ اسباب کے خلاف محض خدا کے حکم سے ہوئی اور جو فعل عام اسباب عادیہ کے سلسلہ سے خارج ہو۔ عموماً اس کی نسبت براہ راست حق تعالیٰ کی طرف کردی جاتی ہے جیسے فرمایا مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (انفال17) ''مسیح'' اصل عبرانی میں ''ماشیخ'' یا ''مشیحا'' تھا۔ جس کے معنی مبارک کے ہیں۔ معرب ہو کر ''مسیح'' بن گیا۔ باقی دجال کو جو ''مسیح'' کہا جاتا ہے وہ بالاجماع عربی لفظ ہے جس کی وجہ تسمیہ اپنے موقع پر کئی طرح بیان کی گئی ہے۔ ''مسیح'' کا دوسرا نام یا لقب ''عیسیٰ'' ہے۔ یہ اصل عبرانی میں ''ایسوع'' تھا۔ معرب ہو کر ''عیسیٰ'' بنا۔ جس کے معنی سید کے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر قابل غور ہے کہ قرآن کریم نے یہاں ''ابن مریم'' کو حضرت مسیح علیہ السلام کے لیے بطور جز علم کے استعمال کیا ہے کیونکہ خود مریم علیہا السلام کو بشارت سناتے وقت یہ کہنا کہ تجھے ''کلمۃ اللہ'' کی خوشخبری دی جاتی ہے جس کا نام ''مسیح عیسیٰ ابن مریم'' ہوگا۔ عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتلانے کے لیے نہ تھا بلکہ اس پر متنبہ کرنا تھا کہ باپ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی نسبت صرف ماں ہی کی طرف ہوا کرے گی حتیٰ کہ لوگوں کو خدا کی یہ آیت عجیبہ ہمیشہ یاد دلانے اور مریم کی بزرگی ظاہر کرنے کے لیے گویا نام کا جز بنادی گئی۔ ممکن تھا کہ حضرت مریم کو بمقتضائے بشریت یہ بشارت سن کر تشویش ہو کہ دنیا کس طرح باور کرے گی کہ تنہا عورت سے لڑکا پیدا ہو جائے۔ ناچار مجھ پر تہمت رکھیں گے اور بچہ کو ہمیشہ برے لقب سے مشہور کر کے ایذا پہنچائیں گے۔ میں کس طرح برأت کروں گی؟ اس لیے آگے وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ کہہ کر اطمینان دلا دیا کہ خدا اس کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی بڑی عزت ووجاہت عطا کرے گا اور دشمنوں کے سارے الزام جھوٹے ثابت کردے گا۔ ''وجیہ'' کا لفظ یہاں ایسا سمجھو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (احزاب69) گویا جو لوگ ''وجیہ'' کہلاتے ہیں ان کو حق تعالیٰ خصوصی طور پر جھوٹے طعن وتشنیع یا الزامات سے بری کرتا ہے حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب پر جو خبیث باطن طعن کریں گے یا خدا کو یا کسی انسان کو جھوٹ موٹ ان کا باپ بتلائیں گے یا خلاف واقع ان کو مصلوب ومقتول یا بحالت زندگی مردہ کہیں گے یا الوہیت وابنیت وغیرہ کے باطل عقائد کی مشرکانہ تعلیم ان کی طرف منسوب کریں گے۔ اس طرح کے تمام الزامات سے حق تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اعلانیہ بری ظاہر کر کے ان کی وجاہت ونزاہت کا علیٰ رؤس الاشہاد اظہار فرمائے گا جو وجاہت ان کو ولادت وبعثت کے بعد دنیا میں حاصل ہوئی اس کی پوری پوری تکمیل نزول کے بعد ہوگی جیسا کہ اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے۔ پھر آخرت میں خصوصیت کے ساتھ ان سے ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ الخ کا سوال کر کے اور انعامات خصوصی یاد دلا کر تمام اولین وآخرین کے روبرو وجاہت وکرامت کا اظہار ہوگا جیسا کہ سورۃ ''مائدہ'' میں مذکور ہے اور نہ صرف یہ کہ دنیا وآخرت میں باوجاہت ہوں گے بلکہ خدا تعالیٰ کے اخص خواص مقربین میں ان کا شمار ہوگا۔ (تفسیر عثمانی)



تفسیر القرآن بالقرآن

اللہ رب العزت نے جہاں کہیں کسی کو مقرب کے لفظ سے خطاب فرمایا ہے اس سے مراد یا اہل جنت ہیں یا فرشتے ہیں۔ ذیل میں قرآنی آیات ملاحظہ ہوں۔

1...... لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ. وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ.......... (النساء173)

2...... وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ. اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ...... (الواقعة11)

3...... كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ. يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ...... (المطففين 21)

4...... وَمِزَاجُهُ مِنۡ تَسۡنِيۡمٍ. عَيۡنًا يَّشۡرَبُ بِهَا الۡمُقَرَّبُوۡنَ...... (المطففين 28)

5...... وَجِيۡهًا فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ وَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ...... (آل عمران 40)

6...... قَالَ نَعَمۡ وَاِنَّكُمۡ لَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ...... (الاعراف 114)

7...... قَالَ نَعَمۡ وَاِنَّكُمۡ لَمِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ...... (الشعراء 42)

8...... فَاَمَّا اِنۡ كَانَ مِنَ الۡمُقَرَّبِيۡنَ. فَرَوۡحٌ وَّ رَيۡحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيۡمٍ...... (الواقعة 88)

قرآن مجید میں انہی مقامات پر مقرب کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ سات نمبر میں فرعون نے اپنے ساحرین کو اپنا مقرب قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقرب کا لفظ فرعون کا قول ہے۔ اللہ رب العزت نے جن کو مقرب کے لفظ سے خطاب فرمایا۔ وہ یا اہل جنت ہیں۔ یا فرشتے۔ جنت آسمانوں میں ہے۔ فرشتوں کا مستقر بھی آسمان ہے۔ اب عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی یہی لفظ استعمال کیا گیا۔ جس سے بخوبی سمجھ میں آتا ہے کہ اس میں بھی عیسیٰ علیہ السلام کے لیے آسمانوں پر جانے کا حق تعالیٰ نے وعدہ کا ذکر (بوقت بشارت ولادت مسیح) حضرت مریم سے فرمایا۔ جس کا تحقق و وقوع بل رفعہ اللہ میں ہوا۔ اب یہ ہماری رائے نہیں بلکہ مفسرین بھی یہی ارشاد فرماتے ہیں۔ اسی طرح اسی آیت میں دوسرا لفظ وجیھا فی الدنیا ہے۔ وجاہت دنیوی کے لیے یاد رہے کہ عیسیٰ علیہ السلام پیدائش سے یہود کے معتوب ہوئے۔ یہود آپ کے درپے آزار رہے۔ ساری زندگی فقر و زہد میں گزاردی وجاہت دنیوی رفع تک آپ کو حاصل نہ ہوئی۔ وہ نزول کے بعد ہوگی۔ جس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یکون حکماً، عدلاً حکماً مقسطا کہ نزول کے بعد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام حاکم عادل ہوں گے۔ گویا وجاہت دنیوی کا مظہر اتم ہوں گے۔

نکتہ

نیز آپ کی وجاہت دنیوی کے وعدہ قرآنی کا تقاضہ تھا کہ آپ مصلوب نہیں ہوسکتے تھے کیونکہ مصلوبیت اس عالم دنیوی میں ذلت کا سبب ہے جو وجاہت کے منافی ہے۔ جیسا کہ خود قرآن مجید میں صلیب دیے جانے کے ذکر کے بعد فرمایا ذالک لھم خزی فی الدنیا (مائدہ 33) یہ ان کے اس زندگی دنیوی میں خواری ہے۔ معاذ اللہ اگر حضرت روح اللہ علیہ السلام صلیب پر لٹکائے جاتے جیسا کہ مرزا صاحب کا خیال فاسد وعقیدہ باطل ہے۔ خواہ صلیب سے زندہ بھی اتارے جاتے تو بھی آپ کی وجاہت کے منافی ہوتا۔ پس عقیدہ ملعونیہ صلیبیہ احمدیہ بالکل احمدیت کی طرح مردود ہے۔

تفسیری شواھد...... 1

اب حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ جن کی تفسیر مرزا صاحب کے نزدیک بھی معتبر ہے۔ جن کو احمدی مجدد بھی تسلیم کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں۔

معنی الوجیہ ذوالجاہ والشرف والقدر...... اذا صارت له منزلة رفیعة عند الناس والسلطان.

(تفسیر کبیر جزء 8 صفحہ 53)

''صاحب وجاہت و بزرگی، صاحب قدر و منزلتہ کو وجیہ کہتے ہیں...... جبکہ اسے عوام وخواص (بادشاہ) میں خاص قدر و منزلت حاصل ہو'' اب ظاہر ہے کہ اگر بادشاہ وقت نے یہودیوں کے کہنے پر ان کو مصلوب کیا تو پھر منزلت و وجاہت حاصل نہ ہوئی۔ اس لیے وجیھاً کا تقاضہ ہے کہ وہ مصلوب نہیں ہوسکتے۔ اسی طرح حضرت علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ ومن المقربین کے تحت فرماتے ہیں۔

ان ھذا الوصف کالتنبیه علی انه علیه السلام سیرفع الی السماء و تصاحبه الملائکة (تفسیر کبیر جز 8 صفحہ 54)

''تحقیق (ومن المقربین) کا یہ وصف تنبیہ ہے اس پر کہ عیسیٰ علیہ السلام عنقریب آسمانوں پر اٹھائے جائیں گے اور ملائکہ کی صحبت میں جلوہ گر ہوں گے۔''

دیکھئے کس صراحت سے حضرت امام رازی نے وجیھاً فی الدنیا ومن المقربین میں امت کے موقف کی تصریح فرمائی۔ من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر.

2...... علامہ زمخشری جن کی تفسیر مرزا صاحب کے ہاں معتبر ہے اور احمدی ان کو مجدد تسلیم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ ومن المقربین رفعه الی السماء و صحبته للملائکة.

(کشاف جلد 1 صفحہ 364)

3...... تفسیر جلالین میں ہے۔ ومن المقربین عند اللہ اس کے بین السطور میں مرقوم ہے۔ یرفعه السماء.

(جلالین صفحہ 51 مطبع اصح المطابع کراچی)

4......تفسیر خازن میں ہے۔ وجیهاً ای شریفاً رفیعاً ذا جاه وقدر ومن المقربین...... انه رفع علی السماء.

(خازن جلد1 صفحہ 250)

5......تفسیر روح المعانی میں ہے۔ رفعه السماء و صحبته الملائکة. (روح المعانی جز3 صفحہ 144)

6......تفسیر ابی السعود میں بھی رفعه الی السماء صحبته الملائکة مذکور ہے۔ (ابی السعود ج2 صفحہ 37)

قارئین آپ نے امت کا موقف اور اس کی صداقت کا آئمہ مفسرین کی کتب تفسیر سے بخوبی اندازہ فرمالیا۔ اب چلیں احمدی موقف اور اس کا بطلان اور اہل اسلام کے موقف کی صداقت ملاحظہ کریں۔

احمدی موقف ان کی مسلمات کی رو سے

1......مرزا صاحب نے وجیهاً فی الدنیا کے معنی لکھے ہیں۔ ''دنیا میں راستبازوں کے نزدیک باوجاہت یا باعزت ہونا۔''

(ایام الصلح صفحہ 164 خزائن جلد 14 صفحہ 412)

2......مرزا صاحب کے نزدیک ''تمام نبی دنیا میں وجیہہ ہی تھے۔'' (ایام الصلح صفحہ 166 ملخص خزائن جلد 14 صفحہ 414)

3......الف۔ مرزا صاحب کے لاہوری خلیفہ اپنی تفسیر (بیان القرآن جلد اوّل مطبوعہ 1340ھ صفحہ 311) پر لکھتے ہیں۔

''وجیہہ کے معنی ہیں ذوجاہ یا ذووجاہت یعنی مرتبہ والا یا وجاہت والا۔''

ب......''اللہ تعالیٰ کے انبیاء سب ہی وجاہت والے ہوتے ہیں۔''

ناظرین باتمکین! اس آیت مبارکہ میں حضرت مریم علیہا السلام کو بطور بشارت کہا گیا ہے کہ وہ لڑکا (عیسیٰ علیہ السلام) دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی باعزت، باآبرو اور باوجاہت ہوگا۔ قابل توجہ الفاظ یہاں وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا کے ہیں۔ ان الفاظ سے صاف عیاں ہے کہ اس سے مراد صرف دنیوی وجاہت ہی ہے۔ جیسا کہ خود الفاظ ڈنکے کی چوٹ اعلان کر رہے ہیں۔ پھر دنیوی وجاہت سے بھی وہ معمولی وجاہت مراد نہیں ہوسکتی جو دنیا میں کروڑہا انسانوں کو حاصل ہے۔ اس سے کوئی خاص وجاہت (عزت مراد ہے) ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیوی وجاہت سے خاص کرنا اور اس کی بشارت کو خصوصیت کے ساتھ بطور پیشگوئی بیان کرنا شانِ باری تعالیٰ کے لائق نہیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کو معمولی دنیوی وجاہت سے قبل از وقت اطلاع دینا قرین قیاس نہیں۔ روحانی وجاہت کا یقین تو حضرت مریم علیہ السلام کو کلمة منه اور وَجِیْهًا فی الآخرة اور غلامًا ذکیا وغیرہ خطابات ہی سے حاصل ہوگیا تھا۔ ہاں وجیهًا فی الدنیا کے الفاظ کے اضافہ سے یقیناً باری تعالیٰ کا یہ مقصود تھا کہ اے مریم اس دنیا میں اپنی قوم سے چند روز بدسلوکی کے بعد ہم انھیں تمام جہاں کی نظروں میں باعزت بھی کر کے چھوڑیں گے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو واقعہ صلیب تک دنیوی وجاہت حاصل تھی۔ یا نہ؟ اس کا جواب احمدی کے اپنے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔

''وجیهًا فی الدنیا والآخرہ دنیا میں بھی مسیح علیہ السلام کو اس کی زندگی میں وجاہت یعنی عزت، مرتبہ، عظمت، بزرگی ملے گی اور آخرت میں بھی۔ اب ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے ہیرودیس کے علاقہ میں کوئی عزت نہیں پائی بلکہ غایت درجہ کی تحقیر کی گئی۔''

(مسیح ہندوستان میں صفحہ 53 خزائن جلد 15 صفحہ 53)

واقعی مرزا صاحب سچ کہہ رہے ہیں۔

محمد علی لاہوری کی شہادت

''یہاں اشارہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ سمجھیں گے کہ یہ شخص ذلیل ہوگیا مگر ایسا نہ ہوگا بلکہ اسے دنیا میں بھی ضرور وجاہت حاصل ہوگی اور آخرت میں بھی۔ جس قدر تاریخ حضرت مسیح علیہ السلام کی عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے۔ وہ بظاہر انھیں ایک ذلت کی حالت میں چھوڑتی ہے کیونکہ ان کا خاتمہ چوروں کے ساتھ صلیب پر ہوتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ وہ انبیاء کو کچھ نہ کچھ کامیابی دے کر اٹھاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وجیهاً فی الدنیا فرمانا بھی یہی معنی رکھتا ہے کہ لوگ انھیں ناکام سمجھیں گے۔ مگر فی الحقیقت وہ کامیابی کے بعد اٹھائے جائیں گے۔ یہ کامیابی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہود بیت المقدس میں حاصل نہیں ہوئی۔''

(تفسیر بیان القرآن جلد اول صفحہ 311)

معزز حضرات! جب یہ طے ہوگیا کہ واقعہ صلیب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دنیوی وجاہت وعزت حاصل نہ تھی۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ واقعہ صلیب اور اس کے بعد کے زمانہ میں کیا انہیں یہ وجاہت اس وقت تک نصیب ہوئی ہے۔ یا نہ؟ اس کا جواب بھی احمدی کے اپنے اقوال اور مسلمات سے پیش کرتا ہوں۔ یعنی ابھی تک دنیوی وجاہت اور عزت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حاصل نہیں ہوئی۔

1 ...... واقعہ صلیبی کو آیت واذ کففت بنی اسرائیل عنک کے ذیل میں مرزا کے الفاظ میں پڑھ لیا جائے۔ اگر مرزا صاحب کا بیان صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس سے بڑھ کر دنیوی بے وجاہتی اور بے عزتی کا تصور انسانی دماغ کے تخیل سے محال ہے۔ یہی حال انجیل کے بیانات کو صحیح ماننے کا ہے۔ ہاں اسلامی حقائق کو قبول کر لینے سے واقعہ صلیبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دنیوی وجاہت کی ابتدا معلوم ہوتی ہے۔ وہ اس طرح کہ یہود کے مکر وفریب کے خلاف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معجزانہ رنگ میں آسمان پر اٹھایا جانا اور یہود نامسعود کا اپنی تمام فریب کاریوں میں بدرجہ اتم فیل ہو جانا گویا وجاہت کی ابتداء ہے۔

2 ...... اب ہم واقعہ صلیب کے زمانہ مابعد کو لیتے ہیں۔ اس زمانہ میں یہود اور عیسائی بالعموم یہی عقیدہ رکھتے چلے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر چڑھائے گئے اور بالآخر قتل کیے گئے اور اس وجہ سے دونوں مذاہب کے ماننے والے یعنی یہودی اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) لعنتی قرار دیتے ہیں۔ (اگر احمدی تصدیقات کی ضرورت ہو تو دیکھو ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین کے ذیل میں)

پس کیا کروڑہا انسانوں کا آپ کو لعنتی قرار دینا موجب وجاہت ہے یا بے عزتی؟ پہلے تو صرف مخالف یہودیوں کی نظر ہی میں بے عزت تھے مگر واقعہ صلیب سے لے کر اس وقت تک عیسائی بھی لعنت میں یہود کے ہمنوا ہو گئے۔

احمدی نظریہ وجاہت عیسیٰ علیہ السلام اور اس کی حقیقت

''سچی بات یہ ہے جب مسیح نے ملک پنجاب کو اپنی تشریف آوری سے شرف بخشا تو اس ملک میں خدا نے ان کو بہت عزت دی ...... حال ہی میں ایک سکہ ملا ہے۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام درج ہے۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس ملک میں آ کر شاہانہ عزت پائی۔''

(مسیح ہندوستان میں صفحہ 53 خزائن جلد 15 صفحہ 53)

ناظرین! مرزا صاحب کے اس بیان کو ایجاد مرزا کہنا ہی زیادہ زیبا ہے کیونکہ یہ سب کچھ مرزا صاحب کا اپنا تخیل اور اپنے عجیب وغریب دماغ کی پیداوار ہے۔ قرآن حدیث، تفاسیر، مجددین، انجیل اور کتب تواریخ یکسر اس بیان کی تصدیق اور تائید سے خالی ہیں۔ تینوں آسمانی مذاہب اسلام، یہودیت، مسیحیت کوئی اس کو تسلیم نہیں کرتا۔ ہاں اتنا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب بھی وجیھاً فی الدنیا کی تفسیر دنیوی جاہ وجلال اور بادشاہت سے کرتے ہیں۔ کوئی احمدی حضرات سے دریافت کرے کہ علاقہ ہیرودیس میں مسیح علیہ السلام ساڑھے تینتیس برس تک رہے اور بغیر وجاہت دنیوی عزت کے رہے۔ دنیوی جاہ وجلال سے بھی عاری رہے۔ باوجود اس کے اس زمانہ میں جو انجیل نازل ہوئی۔ اس کے نام پر انجیل موجود ہے اور ساڑھے تینتیس سال کے حالات سے ساری انجیلیں بھری پڑی ہیں۔ اگر آپ کے بیان میں ذرہ بھر بھی صداقت کا نام ہو تو پنجاب میں جو حضرت مسیح علیہ السلام نے شاہانہ عزت پائی۔ اس زمانہ کے حالات کہاں درج ہیں؟ آپ کے خیال میں واقعہ صلیبی کے ۸۷ برس بعد تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ رہے۔ اس علاقہ میں آپ نے جس انجیل کی تعلیم دی۔ وہ کہاں ہے اور اس کا کیا ثبوت ہے؟ بلکہ آپ کا بیان اگر صحیح مان لیا جائے۔ یعنی صلیب کے واقعہ کے ۸۷ برس بعد تک حضرت مسیح گمنامی کی زندگی بسر کر کے کشمیر میں فوت ہو گئے تو کیا یہ بھی کوئی دنیوی وجاہت اور عزت ہے کہ جلاوطنی اور مسافری کے مصائب وآلام برداشت کر کے آخر ۸۷ برس کے بعد بے نام ونشان فوت ہو گئے؟ سبحان اللہ کہ اتنی بڑی وجاہت کے باوجود اوراق تاریخ ان کے تذکرہ سے خالی ہیں۔ طرفہ تر یہ کہ تواریخ کشمیر پر یہ الہامی ضمیمہ کسی طرح چسپاں نہیں ہو سکتا۔ بیّنوا توجروا۔

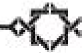
لیجئے! ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ وجیھاً فی الدنیا کا مطلب کیا ہے۔ لیجئے وجیھاً فی الدنیا کی بشارت ووعدہ کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ''وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ۔'' یعنی تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ (مفصل دیکھو اسی آیت کی ذیل میں)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا حال ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

''عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول اللّٰهصلی الله علیه وسلم والذی نفسی بیده لیُوشِکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکمًا عدلاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الحرب و یفیض المال حتّٰی لا یقبله احدو تکون السجدة الواحدة خیر من الدنیا وما فیها ثم یقول ابو هریره رضی الله عنه فاقروا ان شئتم وان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته. (بخاری ومسلم)

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم عنقریب ابن مریم علیہ السلام تم میں اتریں گے حاکم عادل ہوکر۔ پھر وہ صلیب (عیسائیوں کے نشان مذہب) کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کرادیں گے اور بوجہ غلبہ اسلام جہاد کو موقوف کردیں گے (یعنی جب کفار ہی نہ رہیں گے تو جہاد کس سے کریں گے لہذا شروع میں جہاد ضرور کریں گے) اور مال اتنا فراوان ہوجائے گا کہ کوئی شخص اسے قبول نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ ایک سجدہ ساری دنیا کی نعمتوں سے اچھا ہوگا۔ پھر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر تم (اس کی تصدیق کلام اللہ سے) چاہو۔ تو پڑھو آیت وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ اِلَّا لَیُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ۔''

دیکھئے ناظرین! یہ ہے وہ وجاہت جس کی بشارت حضرت مریم علیہا السلام کو دی جارہی ہے اور جو اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔ بہرحال احمدی مسلمات کی رو سے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیوی وجاہت سے بکلی محروم رہے۔ حالانکہ قادر مطلق خدا کا سچا وعدہ ہے وہ پورا ہوکر رہے گا۔



تصدیق از مرزا صاحب

حضرات! مرزا صاحب کو جس زمانہ میں ابھی مسیح، عیسیٰ علیہ السلام، ابن مریم، بننے کا شوق نہیں چرایا تھا۔ تو اس زمانہ میں ان کا بھی وہی عقیدہ تھا۔ جو ایک ارب چالیس کروڑ مسلمانان عالم کا چودہ سو سال سے چلا آرہا ہے۔ براہین احمدیہ اپنی الہامی کتاب میں مجدد و محدث کا دعویٰ کرنے کے بعد یوں لکھتے ہیں۔

"هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ" ''یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔''

(براہین احمدیہ صفحہ 498-499 خزائن جلد 1 صفحہ 593)

"عَسٰی رَبُّکُمْ اَنْ یَّرْحَمَکُمْ عَلَیْکُمْ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا...... یہ آیت اس مقام میں حضرت مسیح کے جلالی طور پر ظاہر ہونے کا اشارہ ہے...... تو وہ زمانہ بھی آنے والا ہے جب خدا تعالیٰ مجرمین کے لیے شدت اور عنف اور قہر اور سختی کو استعمال میں لائے گا اور حضرت مسیح علیہ السلام نہایت جلالیت کے ساتھ دنیا پر اتریں گے اور تمام راہوں سڑکوں کو خس و خاشاک سے صاف کردیں گے اور کج و ناراست کا نام و نشان نہ رہے گا اور جلال الٰہی گمراہی کے تخم کو اپنی تجلی قہری سے نیست و نابود کردے گا۔''

(براہین احمدیہ صفحہ 505 خزائن جلد 1 صفحہ 601-602)

ناظرین! یہ ہے وہ وجاہت جس کی طرف اللہ تعالیٰ حضرت مریم علیہا السلام کو توجہ دلا رہے ہیں چونکہ ابھی تک یہ وجاہت حضرت مسیح علیہ السلام کو حاصل نہیں ہوئی۔ پس معلوم ہوا کہ وہ ابھی تک دنیا میں نازل بھی نہیں ہوئے اور بقول مرزا ''نزول جسمانی رفع جسمانی کی فرع ہے۔''

(ازالہ صفحہ 269 خزائن جلد 3 صفحہ 236)

اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام (فداہ ابی و امی روحی وجسدی و اولادی) کا رفع بھی ثابت ہوگیا۔

(فلحمد للہ علیٰ ذالک)



حیات مسیح علیہ السلام کی آٹھویں دلیل

وَاِذْ عَلَّمْتُکَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِیْلَ وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ۔ (سورۃ مائدہ 110)

''اور جب سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور تہہ کی باتیں اور توریت اور انجیل اور جب تو بناتا تھا گارے سے جانور کی صورت۔''

وَیُعَلِّمُهُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْرٰةَ وَالْاِنْجِیْلَ۔ (سورہ آل عمران 48)

قرآن مجید میں جہاں کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یعلمهم الکتاب و الحکمة کا لفظ آیا ہے۔امت کے اجماعی فہم قرآن کے مطابق الکتاب والحکمة سے مراد قرآن وسنت ہے۔اب (سورہ مائدہ آیت 110) اور (ال عمران آیت 48) میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی جہاں تورات وانجیل کے علم دیے جانے کا ذکر ہے وہاں الکتاب و الحکمة سے مراد بھی قرآن وسنت کا علم دیا جانا مذکور ہوتو یہ نہ صرف قرین قیاس بلکہ قرآن کی قرآنی تفسیر قرار دیا جاسکتا ہے۔اس لیے کہ الکتاب و الحکمة معرفہ ہے۔بدیں وجہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر یحکم بشرعنا لا بشرعه (الیواقت) یهلک الملل کلها الا ملة الاسلام (حدیث) کے مطابق قرآن وسنت کا ان کو علم دیا جائے گا۔وہ کسی سے قرآن وسنت کا علم حاصل نہیں کریں گے بلکہ قرآن وسنت کا علم بذریعہ الہام والقاء منجانب اللہ ان کو عطا کیا جائے گا۔اس لحاظ سے مذکورہ بالا آیات سیدنا مسیح علیہ السلام کے نزول کی دلیلیں قرار پائیں گی۔یہ صرف ہماری رائے نہیں بلکہ قدیم مفسرین نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے جیسا کہ۔

تفسیری شواھد......1

1......علامہ خازن نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر خازن میں الحکمة یعنی العلم و السنة و احکام الشرائع لکھا ہے۔

(خازن جلد 1 صفحہ 251)

2......علامہ زمخشری نے (کشاف جلد 1 صفحہ 691) پر الکتاب و الحکمة کے تحت لان المراد بهما جنس الکتاب و الحکمة لکھا ہے۔

3......تفسیر ابی السعود اور روح المعانی میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔

4......علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر عثمانی میں لکھا ہے۔

''یعنی لکھنا سکھائے گا۔یا عام کتب ہدایت کا عموماً اور تورات وانجیل کا خصوصاً علم عطا فرمائے گا اور بڑی گہری حکمت کی باتیں تلقین کرے گا اور بندہ کے خیال میں ممکن ہے کتاب وحکمت سے مراد قرآن وسنت ہو کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام نزول کے بعد قرآن وسنت رسول اللہ کے موافق حکم کریں گے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ ان چیزوں کا علم دیا جائے۔واللہ اعلم۔''

5......(معالم العرفان جلد 3 صفحہ 166) پر ہے۔

''ویعلمه الکتاب و الحکمة اور اللہ تعالیٰ اسے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو کتاب اور حکمت سکھائے گا۔عام مفسرین کرام کتاب سے مراد لکھنا لیتے ہیں اور حکمت سے دانائی۔مگر بہت سے دوسرے مفسرین فرماتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن اور حکمت سے مراد سنت ہے۔مسلم شریف میں امام ابی ذئب رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ جب مسیح علیہ السلام دنیا میں دوبارہ نازل ہوں گے تو وہ کتاب وسنت کے مطابق فیصلے کریں گے۔اللہ تعالیٰ آپ کو قرآن وسنت کا علم بھی بلاواسطہ دیں گے آپ کسی استاد سے نہ تفسیر پڑھیں گے اور نہ سنت سیکھیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ یہ چیزیں خود بخود دکھائے گا۔''

6......(مسلم شریف جلد 1 صفحہ 87) پر مستقل باب ہے جس کا عنوان ہے۔

''باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام حاکماً بشریعة نبینا صلی الله علیه وسلم۔'' باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارہ میں (جب وہ نازل ہوں گے) تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت (کتاب وسنت) کے مطابق فیصلہ کرنے والے ہوں گے۔''

7......مسلم شریف جلد 1 صفحہ 87 باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں ہیں۔

☆...... کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔

''عیسیٰ علیہ السلام امت محمدیہ میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام (حضرت مہدی) تم میں سے ہوگا۔اس میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدیؓ کی دو علیحدہ علیحدہ شخصیات کا تذکرہ ہے۔''

☆......دوسری روایت میں ہے کہ کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم فامکم۔

''عیسیٰ علیہ السلام تم میں نازل ہوں گے اور وہ تمہارے امام ہوں گے۔''

اس روایت کی شرح میں حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ ایک روایت لائے ہیں۔

''قال ابن ابی ذئب تدری ما امکم منکم قلت تخبرنی قال فامکم بکتاب ربکم عزوجل و سنة نبیکم صلی الله علیه وسلم۔''

(مسلم جلد 1 صفحہ 87)

ابن ابی ذئب فرماتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ وہ کس چیز پر تمہاری رہنمائی کریں گے۔میں (راوی) نے کہا کہ آپ فرمائیں۔فرمایا کہ وہ اللہ رب العزت کی کتاب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق راہنمائی فرمائیں گے۔

حیات مسیح علیہ السلام کی نویں دلیل

ویکلم الناس فی المھد و کھلا ومن الصالحین. (آل عمران46)

''اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب کہ ماں کی گود میں ہوگا اور جب ادھیڑ عمر کا ہوگا اور نیک بختوں میں سے۔''

سیدہ مریم علیہا السلام کو جب بشارت دی گئی تو مسیح علیہ السلام کی دیگر خصوصیات کے ساتھ اس خصوصیت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا۔ اسی طرح جب قیامت کے دن مسیح علیہ السلام سے حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہم نے آپ پر یہ احسان کیے تو دیگر انعامات کے علاوہ تکلم الناس فی المھد و کھلا (مائدہ آیت110) تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں' اس کا اللہ تعالیٰ تذکرہ فرمائیں گے۔



تفسیری شواھد......1

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (معارف القرآن جلد2 صفحہ 62-63) پر لکھتے ہیں۔

''اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک صفت یہ بھی بتلائی ہے کہ وہ بچپن کے گہوارے میں جب کوئی بچہ کلام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس حالت میں بھی کلام کریں گے، جیسا کہ دوسری آیت میں مذکور ہے کہ جب لوگوں نے ابتداءِ ولادت کے بعد حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت کی بناء پر طعن کیا، تو یہ نومولود بچے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول اٹھے، اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ الخ اور اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ جب وہ ''کہل'' یعنی ادھیڑ عمر کے ہوں گے، اس وقت بھی لوگوں سے کلام کریں گے یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ بچپن کی حالت میں کلام کرنا تو ایک معجزہ اور نشانی تھی اس کا ذکر تو اس جگہ کرنا مناسب ہے مگر ادھیڑ عمر میں لوگوں سے کلام کرنا تو ایک ایسی چیز ہے جو ہر انسان مومن کافر، عالم، جاہل کیا ہی کرتا ہے، یہاں اس کو بطور وصف خاص ذکر کرنے کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ اس سوال کا ایک جواب تو وہ ہے جو بیان القرآن کے خلاصہ تفسیر سے سمجھ میں آیا، کہ مقصد اصل میں حالت بچپن ہی کے کلام کا بیان کرنا ہے، اس کے ساتھ بڑی عمر کے کلام کا ذکر اس غرض سے کیا گیا کہ ان کا بچپن کا کلام بھی ایسا نہیں ہوگا جیسے بچے ابتداء میں بولا کرتے ہیں بلکہ عاقلانہ، عالمانہ، فصیح و بلیغ کلام ہوگا، جیسے ادھیڑ عمر کے آدمی کیا کرتے ہیں، اور اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واقعہ اور اس کی پوری تاریخ پر غور کیا جائے تو اس جگہ ادھیڑ عمر میں کلام کرنے کا تذکرہ ایک مستقل عظیم فائدہ کے لیے ہو جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ اسلامی اور قرآنی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے۔ روایات سے یہ ثابت ہے کہ ان کو اٹھانے کے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر تقریباً تیس پینتیس سال کے درمیان تھی جو عین عنفوانِ شباب کا زمانہ تھا، ادھیڑ عمر جس کو عربی میں کہل کہتے ہیں، وہ اس دنیا میں ان کی ہوئی ہی نہ تھی، اس لیے ادھیڑ عمر میں لوگوں سے کلام جبھی ہو سکتا ہے جبکہ وہ پھر دنیا میں تشریف لائیں، اس لیے جس طرح ان کا بچپن کا کلام معجزہ تھا اسی طرح ادھیڑ عمر کا کلام بھی معجزہ ہی ہے۔''

2......علامہ ابن جریر طبری فرماتے ہیں۔ معنی قولہ و کھلا انہ سیکلمھم اذا ظھر. عیسیٰ علیہ السلام کا جب نزول ہوگا اس وقت بھی کلام فرمائیں گے۔

اسی کے آگے ابن زید رحمۃ اللہ علیہ کا اثر لائے ہیں۔ قد کلمھم عیسیٰ فی المھد و سیکلم اذا قتل الدجال و ھو یومئذ کھل.

(ابن جریر جز3 صفحہ 272-273)

''عیسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے پنگھوڑے میں باتیں کیں۔ اسی طرح جب قتل دجال (نزول کے بعد) کریں گے اس وقت بھی باتیں کریں گے۔ اس وقت وہ ادھیڑ عمر کے ہوں گے۔''

یعنی اتنا لمبا عرصہ مرور زمانہ کا ان پر کوئی اثر نہ ہوگا۔

3......علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ کے اسی اثر کو نقل فرمایا ہے۔ قد کلمھم عیسیٰ علیہ السلام فی المھد و سیکلم اذا اقبل الدجال و ھو یومئذ کھل. (درمنثور جلد2 صفحہ 25)

''عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں جس طرح باتیں کیں۔ اسی طرح دجال کے مقابل (نزول کے بعد) جب آئیں گے ادھیڑ عمر کے ہوں گے اور باتیں کریں گے۔''

4......علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وعلی ما ذکر فی سن الکھولۃ یراد بتکلیمہ علیہ السلام کھلا تکلیمہ لھم کذالک بعد نزولہ من السماء. ''ادھیڑ عمر سے مراد عیسیٰ علیہ السلام کا ادھیڑ عمر میں اس وقت باتیں کرنا ہے جب وہ آسمانوں سے نازل ہوں گے۔'' پھر وہی مذکورہ ابن جریر کے

مذکورہ اثر کو اس کی تائید میں ذکر کیا ہے۔

(روح المعانی جز 3 صفحہ 145)

5.....حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وفیہ اشارۃ الٰی رفعہ یعمر ولا یموت حتی یکھل والٰی ان سنہ لا یتجاوز الکھولۃ قال الحسن بن فضل و کھلا یعنی بعد نزولہ من السماء فانہ رفع الٰی السماء قبل سن الکھولۃ (مظہری جلد 3 صفحہ 50)

''اس (و کھلا) میں اشارہ ہے کہ وہ طویل عمر پائیں گے۔ حتیٰ کہ ادھیڑ عمر اور (مرور زمانہ کا ان پر کوئی اثر نہ ہوگا) ان کی عمر (یعنی جیسے قبل از رفع تھے ویسے بعد النزول) کہولت سے تجاوز نہ کرے گی۔ حسن بن فضل فرماتے ہیں کہ کہولت (کی باتوں سے مراد) ان کا آسمانوں سے نازل ہونے کے بعد باتیں کرنا ہے۔ اس لیے کہ وہ کہولت سے قبل آسمانوں پر اٹھائے گئے ہیں۔''

6.....علامہ علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی المعروف بالخازن فرماتے ہیں۔ عن الحسن بن الفضل و کھلا یعنی ویکلم الناس کھلا بعد نزولہ من السماء. ''حسن بن فضل سے روایت ہے کہ کہولت یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا ادھیڑ عمر میں باتیں کرنا یہ آسمانوں سے نزول کے بعد ہوگا۔'' وفی ھذہٖ نص علٰی انہ سینزل من السماء الی الارض و یقتل الدجال (تفسیر خازن جلد 2 صفحہ 250)

''اور یہ نص (صریح قطعی) ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے زمین پر نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔''

7.....حضرت فراء بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ تفسیر نقل فرمائی ہے۔ (معالم التنزیل جلد 1 صفحہ 159)

8.....علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کھلا ان یکون کھلا بعد ان ینزل من السماء فی آخر الزمان و یکلم الناس و یقتل الدجال قال الحسن بن الفضل وفی ھذہ الایۃ نص فی انہ علیہ الصلوۃ والسلام سینزل الی الارض ''کھلاً سے مراد وہ ادھیڑ عمر ہے جو ان کے آسمانوں سے زمانہ نزول میں (قرب قیامت) میں ہوگی کہ وہ لوگوں سے باتیں کریں گے۔ دجال کو قتل کریں گے۔ حسن بن فضل اس آیت کو عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زمین پر نازل ہونے کے لیے نص (قطعی) قرار دیتے ہیں۔'' (تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 55)

9.....ابوالسعو دالعمادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ انہ رفع شابا والمراد کھلاً بعد نزولہ. (تفسیر ابوالسعو د جلد 2 صفحہ 37)

10.....تفسیر جلالین میں ہے۔ فی المھدای طفلا و کھلا یفید نزولہ قبل الساعۃ لانہ رفع قبل الکھولۃ.

(جلالین المائدہ صفحہ 110)

11.....تفسیر (جامع البیان پ 7 صفحہ 48) پر اس آیت کے تحت میں مذکور ہے۔

''کیونکہ وہ سن کہولت سے پہلے آسمان کو اٹھائے گئے اور قیامت سے کچھ پہلے اتارے جائیں گے تو اس قدر زمانہ دراز کے باوجود اس عالم میں ان کو کچھ تغیر نہ ہوگا بلکہ وہی سن کہولت کے ہوگا...... یہاں (اس آیت) سے نکلا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اقتضاء النص سے ثابت ہے۔''

12.....محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر (معارف القرآن جلد 4 صفحہ 152) پر فرماتے ہیں

''لفظ کھلاً میں آپ کے نزول من السماء کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل احادیث میں آئی ہے۔ اس لیے کہ آپ زمانہ کہولت سے پہلے آسمان کو اٹھائے گئے، نزول کے بعد آپ کہولت کو پہنچیں گے اور حکمت وموعظت کی باتیں لوگوں کو بتلائیں گے۔''



حیات مسیح علیہ السلام کی دسویں دلیل

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ. (توبہ 33)

''اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تا کہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر اور پڑے برا مانیں مشرک''

بعینہٖ اسی طرح یہی آیت (سورۃ صف آیت 8) میں ہے اس میں بجائے مشرکوں کے کافرون ہے۔

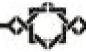
تفسیر (انوار البیان جلد 4 صفحہ 266-267) پر غالب ہونے کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

1...... دلیل وحجت کے ساتھ غلبہ یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

2...... اسلام کے غالب ہونے کی یہ صورت کہ مسلمان اقتدار کے اعتبار سے غالب ہوں...... جب صرف تین براعظم دنیا میں معروف تھے تو قیصر و کسریٰ۔ ایشیاو افریقہ یورپ پر مسلمان غالب رہے۔ اس وقت بھی دنیا کے بڑے حصہ پر مسلمان برسر اقتدار ہیں۔

3...... تیسری صورت کہ تمام اقوام جو مختلف ادیان کے ماننے والے ہیں۔ مسلمان ہو جائیں اور دنیا میں اسلام ہی اسلام ہو ایسا قیامت سے پہلے ضرور ہوگا۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت مہدی علیہما السلام کے زمانہ میں اسلام خوب پھیل جائے گا۔''

(ملخص) دونوں مقامات پر ان آیات سے قبل کی آیات میں سیدنا مسیح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ مفسرین نے ان آیات کو سیدنا مسیح علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری سے متعلق قرار دیا ہے۔



تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اس آیت سراپا انعام وہدایت میں دین اسلام کو جملہ دینوں پر ایک نمایاں غلبہ دینے کا وعدہ دیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ یہ غلبہ کاملہ حضرت مسیح ابن مریم کے نزول کے زمانہ میں ہوگا وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی الله علیه وسلم يَقُوْلُ لَا يَذْهَبُ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتّٰى يُعْبَدُ اللَّاتُ وَالْعُزّٰى فَقُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ انی كُنْتُ لَا ظُنُّ حِيْنَ اَنْزَلَ اللّٰهُ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى الآية اَنَّ ذَالِكَ تَامًا فَقَالَ اِنَّهٗ سَيَكُوْنُ مِنْ ذَالِكَ مَاشَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰهُ رِيْحًا طَيِّبَةً فَتُوُفِّيَ كُلُّ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ اِيْمَانٍ. حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ بت پرستی کا دوبارہ زور شور نہ ہو۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تو جب آیت هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ نازل ہوئی اس وقت سمجھ چکی تھی کہ دین کا غلبہ پورا ہو چکا۔ فرمایا تحقیق بات یہ ہے کہ اس کا غلبہ عنقریب پھر ہوگا جتنا عرصہ اللہ چاہے گا (مسیح ابن مریم کے زمانہ میں نزول کے بعد) پھر خدا ایک پاک ہوا بھیجے گا جس سے ہر وہ مومن جس کے دل میں رائی کے دانہ برابر ایمان ہوگا مر جائے گا۔ فَيَبْقٰى مَنْ لَا خَيْرَ فِيْهِ فَلَيَرْجِعُوْنَ اِلٰى دِيْنِ اٰبَائِهِمْ پس باقی رہ جائیں گے ایسے شخص جن میں ذرہ بھر بھی بھلائی نہ ہوگی پس وہ جھک جائیں گے اپنے آبائی دین بت پرستی کی طرف۔''

(مسلم جلد 2 صفحہ 394 کتاب الفتن واشراط الساعۃ مشکوۃ صفحہ 481 باب لاتقوم الساعۃ الاعلی شرار الناس فصل اول، درمنثور جلد 3 صفحہ 230)

اسی باب کی دوسری حدیث میں مزید وضاحت ہے کہ خدا عیسیٰ بن مریم کو بھیجے گا پھر سات سال مسلمانوں پر ایسے آئیں گے کہ کسی دل میں رنج وبغض۔ حسد و عداوت نہ ہوگا پھر خدا ایک پاک ہوا بھیجے گا جو ہر مومن کو قبض کرلے گی اور باقی رہ جائیں گے شریر تب ان پر قیامت قائم ہوگی۔

(عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مشکوۃ صفحہ 481 مسلم جلد 1 صفحہ 403)

الغرض اس آیت کی تفسیر حدیثی سے عیاں ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم زندہ ہیں جو آخری زمانہ میں نازل ہوں گے۔ ان کے ہاتھ سے دین اسلام جملہ مذاہب پر پھر غلبہ حاصل کرے گا۔

تفسیری شواہد...... 1

علامہ عثمانی (سورۃ صف آیت 8) کے فائدہ میں فرماتے ہیں۔

''اسلام کا غلبہ باقی ادیان پر معقولیت اور حجت و دلیل کے اعتبار سے۔ یہ تو ہر زمانہ میں بحمد اللہ نمایاں طور پر حاصل رہا ہے۔ باقی حکومت وسلطنت کے اعتبار

سے وہ اس وقت حاصل ہوا ہے اور ہوگا جبکہ مسلمان اصول اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان وتقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا آئندہ ہوں گے اور دین حق کا ایسا غلبہ کہ باطل ادیان کو مغلوب کر کے بالکل صفحہ ہستی سے محو کردے، یہ نزول مسیح علیہ السلام کے بعد قریب قیامت کے ہونے والا ہے۔''

2...... علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ (تفسیر کبیر جزء 16 صفحہ 40) پر غلبہ دین اسلام کا جمیع ادیان پر کیسے؟ کے کئی جواب دیے۔ دوسرے جواب میں فرماتے ہیں۔

''**الوجهه الثانی فی الجواب ان نقول روی عن ابی هریرة رضی الله عنه بانه تعالیٰ یجعل الاسلام عالیًا علی جمیع الادیان و تمام هذا انما یحصل عند خروج عیسی** ''دوسرے جواب میں کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو تمام دینوں پر بلندی نصیب کریں گے۔ یہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر ہوگا۔''

3...... تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ صفحہ 121 پر ہے۔ **یظهر دین الاسلام علی الادیان کلها من قبل ان تقوم الساعة.** (تمام ادیان پر غلبہ قیامت سے قبل نزول مسیح علیہ السلام کے وقت)

4...... درمنثور ج 3 ص 231 پر ایک تو وہ روایت عائشہ رضی اللہ عنہ نقل کی گئی ہے جو اس آیت کی تشریح میں ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔

☆...... دوسرے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں یہ غلبہ ہوگا۔

☆...... اسی طرح تیسری روایت عبد بن حمید رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نقل ہے۔ ''**عن ابی هریرة فی قوله لیظهره علی الدین کله قال خروج عیسیٰ علیه السلام**'' تمام ادیان پر دین اسلام کا غلبہ عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری پر ہوگا۔

5...... علامہ آلوسی (روح المعانی پارہ 28 صفحہ 88) پر لکھتے ہیں۔ ''**عن مجاهد رحمة الله علیه اذا نزل عیسیٰ علیه السلام لم یکن فی الارض الا دین الاسلام**'' حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو روئے زمین پر دین اسلام کے سوا کوئی (دین) نہ ہوگا۔''

6...... (روح المعانی پارہ 10 صفحہ 77) پر ایک قول نقل کر کے فیصلہ فرماتے ہیں۔

''**واکثر المفسرون علی احتمال الثانی قالوا و ذالک عند نزول عیسیٰ علیه السلام فانه حینئذلا یبقی دین سوی دین الاسلام** '' اکثر مفسرین دوسرے قول کے مطابق فرماتے ہیں کہ (غلبہ اسلام) نزول عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوگا پس اس وقت سوائے دین اسلام کے اور کوئی دین باقی نہ رہے گا۔''

7...... (تفسیر مظہری پارہ 10 صفحہ 260) پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے دین اسلام کا غلبہ عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ میں لکھا ہے۔

8...... تفسیر کشاف سورۃ صف کی آیت بالا میں مذکور ہے ''**عن مجاهد اذا نزل عیسیٰ علیه السلام لم یکن فی الارض الا دین الاسلام** '' حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو روئے زمین پر صرف اور صرف اسلام ہی ہوگا۔''

9...... (تفسیر طبری جز 28 صفحہ 88) پر ہے۔

''**لیظهر الدین دینه الحق الذی ارسل به رسوله علی کل دین سواه. وذالک عند نزول عیسیٰ بن مریم حین تصیر الملة واحدة فلا یکون دین غیر الاسلام**''

''تاکہ غالب کریں دین حق کو جو آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ تمام دوسرے مذاہب پر اور یہ عیسیٰ بن مریم کے نزول کے وقت ہوگا جبکہ ایک ملت (اسلام) ہو جائے گی۔ دین اسلام کے سوا کوئی دین باقی نہ رہے گا۔''

10...... طبری جز 10 صفحہ 116 پر بھی عیسیٰ بن مریم کے نزول کے وقت غلبہ دین اسلام ہوگا۔ منقول ہے۔

11...... (تفسیر ابن کثیر مع البغوی صفحہ 152 سورۃ توبہ) کی مذکورہ آیت کے تحت تمام احادیث متعلقہ نقل کر کے سب کے آخر میں قول فیصل کے طور پر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت نقل کی گئی ہے۔ **فللحمد لله.**

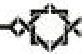
12...... تفسیر معالم التنزیل سورۃ توبہ کی آیت مذکورہ کے تحت صفحہ 74 پر حضرت ضحاک حضرت ابو ہریرہ حضرت عائشہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ بالا تفسیر نقل کی گئی ہے۔

13......(تفسیر خازن جلد3 صفحہ 69) پر بھی اس طرح منقول ہے۔

14......(تفسیر مواہب الرحمٰن پ28 صفحہ 317) پر اس آیت کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن سلام صحابی رضی اللہ عنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تورات کے حوالہ سے یہ روایت نقل فرمائی کہ ''تورات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف مذکور ہے اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ کے پاس دفن ہوں گے۔''

15......(بیان القرآن پ28 صفحہ 3) پر بھی حضرت عبداللہ بن اسلام کی یہی روایت منقول ہے اور سورۃ توبہ کی آیت کی تفسیر میں صفحہ 108 پر منقول ہے۔

''اتمام بمعنی اثبات وتقویت دلائل تو اسلام کے لیے ہر زمانہ میں عام ہے......اور (اتمام) مع اعتبار انضمام سلطنت مشروط ہے۔ اصلاح اہل دین کے ساتھ اور مع محو کل بقیہ ادیان واقع ہوگا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام میں۔ (باقی تفسیری شواہد طوالت کے خوف سے نقل نہیں کیے)



احمدی شہادت

اس کی مزید تائید مرزا صاحب کی تحریر سے کی جاتی ہے۔ (براہین احمدیہ 498-499 خزائن جلد1 صفحہ 593) پر مرزا لکھتا ہے۔

''**ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق یظھرہ علی الدین کلہ** یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح علیہ السلام کے حق میں پیشگوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعے ظہور میں آئے گا، اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع اقطار میں پھیل جائے گا لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے۔''

سوال

مرزا صاحب کے مرید کہتے ہیں کہ یہ رسمی عقیدہ لکھ دیا تھا۔

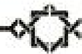
جواب......1

مرزا نے براہین کو ملہم و مامور ہو کر لکھا۔ قرآنی آیت سے استدلال کیا اور بقول اس کے یہ کتاب براہین احمدیہ، حضور علیہ السلام کو دیکھا کر منظوری حاصل کی اور یہ کہ یہ کتاب قطبی یعنی قطب ستارہ کی مانند ہے۔ مرزا نے (تتمہ حقیقت الوحی صفحہ 51 خزائن جلد22 صفحہ 485) پر لکھا ہے۔

''اللہ تعالیٰ براہین احمدیہ میں فرماتا ہے'' گویا براہین احمدیہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ ان تصریحات کے ہوتے ہوئے احمدیوں کا یہ عذر عذر لنگ ہے۔

جواب......2

عبارت مذکورہ میں ہے ''لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا'' یہ ظاہر کرنے والا کون تھا؟ رحمٰن یا شیطان۔ اگر رحمٰن تھا تو پھر قرآنی تفسیر سے رحمانی فہم کے ساتھ مرزا حیات مسیح علیہ السلام تسلیم کر رہا ہے **فھو المقصود** اور اگر یہ ظاہر کرنے والا شیطان تھا تو احمدیوں کو مبارک ہو۔ قصہ ہی تمام ہوا **فما ذا بعد الحق الا الضلال**۔



حیات مسیح علیہ السلام کی گیارھویں دلیل

اَیَّدْنَاہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ. (سورۃ بقرہ آیت نمبر 253)

''ہم نے مسیح کو جبرائیل کے ساتھ تائید دی۔''

جو مدعا بالا کی مؤید ہے یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بوقت محصوری آسمان پر لے جانے کو حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے جیسا کہ سابقاً بروایت ابن عباس رضی اللہ عنہ جن کو ''علم قرآن بدعا نبوی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل تھا'' مذکور ہو چکا ہے۔ اسی کی طرف قرآن مجید میں بار بار توجہ دلائی گئی ہے۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ اگرچہ تمام انبیاء کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آتے رہے۔ مگر اس طرح کا واقعہ کسی نبی کے ساتھ پیش نہیں آیا جیسا مسیح علیہ السلام کے ساتھ، یعنی یہ کہ جبرائیل علیہ السلام انھیں دشمنوں کے نرغے سے نکال کر آسمان پر لے گئے ہوں یہی وجہ ہے کہ خاص مسیح علیہ السلام کے متعلق آیات میں بار بار آیا ہے۔ اَیَّدْنَاہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ. ''ہم نے مسیح علیہ السلام کو جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ تائید دی۔''

اسی طرح خدا تعالیٰ قیامت کے دن مسیح علیہ السلام کو یہ انعام یاد دلائے گا۔ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (مائدہ 110)

''اے عیسیٰ علیہ السلام وہ وقت یاد کر جب میں نے تجھے روح القدس سے تائید بخشی یعنی آسمان پر زندہ اٹھا.........'' تفسیر ہذا۔

(تفسیر کبیر جلد 1 صفحہ 226)

آیات بالا کی موجودگی میں یہ اعتقاد رکھنا کہ معاذ اللہ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھا دیا اور آپ کے ہاتھوں میں میخیں ٹھونکیں۔ ایک صریح گندہ اور کفریہ عقیدہ ہے۔ یقیناً حضرت مسیح علیہ السلام باعانت جبرائیل علیہ السلام بحکم و بموجب وعدہ الٰہی جو جلد اور بلا توقف پورا ہونے والا تھا۔ یہود کے ہاتھوں میں مبتلائے آلام ہونے سے پیشتر زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ اب چند آیات قرآنی ملاحظہ ہوں۔

وَآتَیْنَا عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنَاتِ وَاَیَّدْنَاہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقرہ 87) روح القدس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

وَآتَیْنَا عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنَاتِ وَاَیَّدْنَاہُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقرہ 253) روح القدس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

وَکَلِمَۃُ اَلْقَاھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ (النساء 171) اور اس کا کلام ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح (مراد روح اللہ)

اُذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ اِذْ اَیَّدْتُّکَ بِرُوْحِ الْقُدُسُ. (المائدہ 110) یاد کر میرا احسان جو ہوا ہے تجھ پر اور تیری ماں پر جب مدد کی میں نے تیری روح پاک سے۔ (مراد روح اللہ)

یُنَزِّلُ الْمَلَائِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ (النحل 2) یہاں روح سے مراد وحی الٰہی ہے۔

قُلْ نَزَّلَہٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّکَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا. (النحل 102) مراد جبرائیل علیہ السلام۔

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ (الاسراء 85) اس سے مراد روح ہے۔

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلاً. (الاسراء 85) اس سے مراد روح ہے۔

نَزَلَ بِہِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ لِتَکُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِیْنَ. (الشعراء 193) مراد جبرائیل علیہ السلام۔

یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِہٖ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِہٖ لِیُنْذِرَ یَوْمَ التَّلَاقِ. (غافر 15) اس سے مراد وحی ہے۔

اُوْلٰئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْاِیْمَانَ وَاَیَّدَھُمْ بِرُوْحٍ مِّنْہُ. (المجادلہ 22) اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ. (المعارج 4) اس سے مراد جبرائیل علیہ اسلام۔

یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلَائِکَۃُ صَفًّا. (النباء 38) اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

تَنَزَّلُ الْمَلَائِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِنْ کُلِّ اَمْرٍ. (القدر 4) اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

وَکَذَالِکَ اَوْحَیْنَا اِلَیْ رُوْحًا مِنْ اَمْرِنَا. (الشوریٰ 52) اس سے مراد فرشتے۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا. (مریم 17) اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام)

اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا فَنَفَخْنَا فِیْھَا مِنْ رُّوْحِنَا. (الانبیاء 91) اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔

وَمَرْيَمَ ابْنَةَ عِمْرَانَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا. (التحریم 12) اس سے مراد جبرائیل علیہ السلام۔



استدلال......1

قرآن مجید میں 18 آیات سے ثابت ہوا کہ جہاں کہیں اللہ رب العزت نے روح کا لفظ ارشاد فرمایا ہے وہاں روح سے مراد جبرائیل امین علیہ السلام، فرشتے، وحی یا روح ہے......اور ظاہر ہے کہ ان تمام چیزوں کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح منہ فرمایا یعنی روح اللہ فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام میں عالم بالا کی طرف آنے جانے کی صلاحیت وخاصیت موجود ہے۔

استدلال......2

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے۔ نفخہ جبرائیل علیہ السلام سے اس لحاظ سے ان میں ملکوتی صفات ہیں۔ ملائکہ کا مستقر آسمان ہیں۔ ان کا زمین پر آنا جانا عارضی ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام چونکہ سیدہ مریم علیہا السلام کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے۔ بشر ہیں۔ تو ان کا ملکوتی صفات کے لحاظ سے آسمانوں پر جانا عارضی ہے۔ غرض جب آسمان پر ہیں ملکوتی صفات کا ظہور ہے۔ رفع سے پہلے اور نزول کے بعد جب زمین پر تھے یا ہوں گے تو بشریٰ صفات کا ظہور ہے۔

استدلال......3

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ فرمایا گیا۔ تمام ارواح کا مستقر عالم سماوی ہے۔ اس لیے کہ روح لطیف چیز ہے اور ہر لطیف کا مرکز عالم سماوی ہے، جیسا کہ ہر کثیف چیز کا مرکز عالم دنیا ہے۔ روح اللہ کا تقاضہ ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام عالم سماوی پر بھی تشریف لے جاتے تا کہ روح اللہ کا منشاء پورا ہوتا۔ اس لیے اگر وہ آسمانوں پر نہ جاتے تو جائے تعجب ہوتا ان کا جانا تو عین تقاضہ ومنشاء کی تکمیل ہے۔

استدلال......4

کلمۃ اللہ۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کلمۃ اللہ کہا گیا۔ دوسری آیت کریمہ ہے۔ الیہ یصعد الکلم الطیب. (فاطر 10) اللہ تعالیٰ کی طرف نیک کلمات اٹھائے جاتے ہیں۔ مسلمان مؤمن کے نیک کلمات اٹھائے جاتے ہیں، ان کا رفع ہوتا ہے، تو کلمۃ اللہ (عیسیٰ علیہ السلام) کے رفع میں کوئی اشکال نہیں ہونا چاہیے۔ عیسیٰ علیہ السلام کا رفع نہ ہوتا تو جائے اشکال تھا۔ رفع تو عین تقاضہ ومنشاء کی تکمیل ہے۔

تفسیری شواہد......1

درمنثور جلد 2 صفحہ 345 پر اذ ایدتک بروح القدس کے تحت علامہ سیوطیؒ وہب کی روایت لاتے ہیں جس میں ہے۔ فقال لما رفع اللہ عیسیٰ علیہ السلام اقامہ بین یدی جبرائیل و میکائیل.

2......علامہ رازی اپنی تفسیر کبیر جزء 12 صفحہ 125 زیر آیت اذ ایدتک بروح القدس فرماتے ہیں "فاللّٰہ تعالیٰ خص عیسیٰ باالروح الطاهرہ النورانیہ المشرقۃ العلویہ الخیرۃ" "اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو خاص طور پر پاک نورانی درخشندہ علویہ اور پسندیدہ روح سے مختص فرمایا۔" یہاں روح علویہ خصوصیت سے قابل توجہ ہے۔

3......علامہ رازی اپنی (تفسیر کبیر جزء 6 صفحہ 217) ایدناہ بروح القدس کے تحت فرماتے ہیں۔

"والمعنی اعناہ جبرائیل علیہ السلام فی اول امرہ وفی وسطہ و فی آخرہ اما فی اوّل الامر فلقو لہ فنفخنا فیہ من روحنا. اما

فی وسه فلأن جبرائیل علیه السلام علمه العلوم وحفظه من الاعداء. واما فی آخر الامر فحین ارادت الیهود قتله اعانه جبرائیل علیه السلام و رفعه الی السماء.''

''تائید جبرائیل علیہ السلام کا معنی یہ ہے کہ سیدنا جبرائیل علیہ السلام اوّل، درمیان اور آخر، ہر دور میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تائید میں رہے۔ اوّل اس طرح کہ نفخہ جبرائیل سے پیدائش ہوئی۔ درمیان اس طرح کہ عیسیٰ علیہ السلام کو علوم سکھلائے اور دشمنوں سے حفاظت کی۔ آخر اس طرح کہ جب یہود عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے عیسیٰ علیہ السلام کی تائید کی کہ ان کو آسمانوں پر اٹھا کر لے گئے۔''

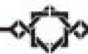
4......علامہ زمخشری اپنی (تفسیر کشاف جلد 1 صفحہ 299) پر ان آیات کے تحت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم (صحابہ رضی اللہ عنہم) مسجد میں انبیاء کے فضائل پر بات کر رہے تھے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی فضیلت طول عبادت (بوجہ طوالت عمر) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فضیلت یہ کہ وہ خلیل اللہ تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت یہ کہ وہ کلیم اللہ تھے اور عیسیٰ علیہ السلام کی فضیلت یہ کہ ان کو آسمانوں پر اٹھایا گیا۔'' الخ۔ اس روایت کو اس آیت کے تحت میں لا کر علامہ زمخشری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس آیت سے صحابہ رضی اللہ عنہم یہ سمجھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر اٹھائے گئے۔

5......(تفسیر خازن جلد 1 صفحہ 194) زیر آیت ایدناه بروح القدس لکھتے ہیں

''وقویناه بجبرائیل علیه السلام فکان معه الی ان رفعه الی عنان السماء ''جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ عیسیٰ علیہ السلام کو تائید بخشی کہ جبرائیل علیہ السلام ان کو آسمانوں پر اٹھا کر لے گئے۔''

6......(تفسیر انوار البیان جلد 6 صفحہ 186) زیر آیت ''فنفحنا فیها من روحنا'' لکھتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا جس نے ان (مریم علیہا السلام) کے کرتہ کے دامن میں پھونک ماردی۔ اس سے حمل قرار ہو گیا اور اس کے بعد لڑکا پیدا ہو گیا۔ یہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تھے جو بنی اسرائیل کے سب سے آخری نبی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر انجیل نازل فرمائی اور انھوں نے بنی اسرائیل کو تبلیغ کی اور شریعت کے احکام بتائے۔ بنی اسرائیل ان کے سخت مخالف ہو گئے اور ان کے قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں آسمان پر اٹھا لیا۔ قیامت سے پہلے دوبارہ تشریف لائیں گے جیسا کہ احادیث شریفہ میں وارد ہے۔''



حیات عیسیٰ علیہ السلام کی بارھویں دلیل

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلاً مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّۃً (الرعد 38)

''اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول تجھ سے پہلے اور ہم نے دی تھی ان کو بیویاں اور اولاد۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کفار مکہ جیسے ابن امیہ وابی جہل (معالم) کی طرف سے اعتراض ہوا کہ یہ کھاتے پیتے بازاروں میں چلتے اور نکاح کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت نے اس اعتراض کے جواب میں فرمایا کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کی بھی تو تمام معاشرت انسانوں جیسی تھی۔ جب ان کی نبوت مسلم ہے اور ان انسانی افعال سے ان کی نبوت پر تم معترض نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر اعتراض کیوں؟

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ پہلے انبیاء علیہم السلام نے شادیاں کیں یہ توجہ کے قابل ہے۔ اس کے لیے ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کی طرف مراجعت کرنی چاہیے۔

تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

چنانچہ (تفسیر در منثور جلد 4 صفحہ 65) پر مصنف ابن ابی شیبہ، مسند احمد اور ترمذی کے حوالہ سے حضرت ابی ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چار چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں۔ خوشبو، نکاح، مسواک، ختنہ، اس روایت کو تفسیر ابن کثیر نے اور دیگر مفسرین نے نقل کیا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد 1 صفحہ 197 باب 202 ماذکر فی السواک حدیث نمبر 21)

مسند احمد جلد 5 صفحہ 421 (لیکن اس میں چوتھی چیز بجائے ختنہ کے حیاء ہے) ترمذی جلد 1 صفحہ 206 ابواب النکاح پر یہ روایت موجود ہے۔ غرض اس روایت سے ثابت ہوا کہ نکاح کرنا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور آیت مبارکہ یہ بتاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل بھی انبیاء علیہم السلام نے بتوفیق وبحکم الٰہی نکاح کیے اور ان کی اولاد ہوئی۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور نکاح

نصاریٰ، یہود اور خود قادیانیوں کو اعتراف ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے نکاح نہیں کیا۔ مرزا صاحب کی بدباطنی ملاحظہ ہو۔ شرافت سر پیٹ کر رہ جاتی ہے جب مرزا صاحب سیدنا مسیح علیہ السلام کے نکاح نہ ہونے کے واقعہ کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

''مردمی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے۔ ہیجڑا ہونا کوئی اچھا صفت نہیں جیسے بہرہ اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں ہاں یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفات کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ نہ دے سکے۔''

(نورالقرآن نمبر 2 صفحہ 17 خزائن جلد 9 صفحہ 392-393)

سیدنا مسیح علیہ السلام کے متعلق بڑے سے بڑے یہودی نے بھی یہ بکواس نہیں کی اور ان کے نکاح نہ کرنے کی یہ وجہ نہیں بتائی جو مرزا صاحب ملعون نے بیان کی۔ لیکن بہرحال اس حوالہ سے یہ ثابت ہوا کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے نکاح نہیں کیا۔ جب نکاح نہیں ہوا تو اولاد کا سوال ہی نہیں؟ لیکن اس کے باوجود اولاد نہ ہونے کا صاحب حوالہ بھی ملاحظہ ہو۔

''ظاہر ہے کہ دنیوی رشتوں کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی آل نہ تھی۔''

(تریاق القلوب صفحہ 235 خزائن جلد 15 صفحہ 363)

استدلال

قارئین! مرزا صاحب کے دجل و بدزبانی پر لعنت بھیجیں۔ آیت قرآنی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بموجب توجہ فرمائیں کہ نکاح رب کریم کا حکم اور انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی پہلی زندگی (قبل از رفع) میں نکاح نہیں کیا تو اس حکم باری تعالیٰ اور سنت انبیاء علیہم السلام پر عمل ان کے نزول

من السماء کے بعد ہوگا۔ چنانچہ حضور نبی کریمصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا......

عن ابن عمر رضی اللہ نہ قال قال رسول اللّٰھصلی اللہ علیہ وسلم ینزل عیسٰی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد لہٗ.

(مشکوۃ صفحہ 480 باب نزول عیسیٰ بن مریم۔ التصریح صفحہ 240۔ مرقات جلد 5 صفحہ 223۔ وفاء الوفاء للسمہودی جلد 1 صفحہ 558۔ شرح مواہب للزرقانی جلد 8 صفحہ 296۔ مواہب اللدنیہ جلد 2 صفحہ 382)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ نہ فرماتے ہیں کہ آنحضرتصلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام جب زمین پر تشریف لائیں گے تو شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔''

لیجئے اس حدیث شریف نے مذکورہ بالا آیت مبارکہ (شادی واولاد) کے بموجب کہ حکم الٰہی اور سنت انبیاء علیہم السلام پر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا عمل مبارک نزول من السماء کے بعد ہوگا۔ اس بحث کو ختم کرنے سے قبل ایک اور حوالہ پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ مرزا صاحب نے لکھا۔

''چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی کہ **یتزوج ویولد لہ** یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔''

(ضمیمہ انجام آتھم صفحہ 53 حاشیہ خزائن جلد 11 صفحہ 337)

مرزا صاحب نے اپنے دجل سے اس حدیث کو محمدی بیگم پر فٹ کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل کیا کہ وہ پوری نہ ہوئی۔ تاہم اس حدیث شریف (کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد شادی کریں گے اولاد ہوگی) کی صحت مرزا صاحب کے حوالہ بالا سے بھی ثابت ہوگئی۔ **فھو المقصود (فلحمد للّٰہ اوّلا و آخرا)**

نوٹ:

انبیاء علیہم السلام میں سے صرف سیدنا یحییٰ علیہ السلام اور سیدنا مسیح علیہ السلام نے شادی نہیں کی۔ سیدنا یحییٰ علیہ السلام کے متعلق نص قرآنی ہے (حصوراً) اس اعزاز کے باعث ان کا استثناء ہے۔ رہے سیدنا مسیح علیہ السلام تو وہ نزول کے بعد شادی کریں گے۔